آیت استخلاف کی تفسیر

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

(سورۃ النور: آیت 56)

ترجمہ آیت استخلاف از حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ از فصل الخطاب:۔

"اللہ نے تم میں سے مومنوں اور نیکوں کاروں سے وعدہ کیا کہ انہیں سرزمین (مکہ) میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو بنایا۔ اور وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا ہے اُسے ان کی خاطر مضبوط کر دے گا اور انکے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ کہ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے"۔

(فصل الخطاب، حصہ دوم صفحہ:97)

ترجمہ آیت استخلاف از حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ از تفسیر صغیر:۔

"اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کر دیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی نکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے"۔

(ترجمہ از تفسیر صغیر، از حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، صفحہ 454)

ترجمہ آیت استخلاف از حضرت خلیفہ المسیح الرابع رضی اللہ عنہ:۔

”تم میں سے جولوگ ایمان لائے اورنیک اعمال بجالائے ان سے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیاہے کہ انہیں ضرورزمین میں خلیفہ بنائے گااوران کے لئے ان کے دین کوجواس نے ان کے لئے پسند کیاضرورتمکنت عطاکرے گااوران کی خوف کی حالت کے بعدضرورانہیں امن کی حالت میں بدل دے گاوہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گے جواس کے بعد بھی ناشکری کرے تویہی وہ لوگ ہیں جونافرمان ہیں“۔

(ترجمہ القرآن ازحضرت خلیفہ المسیح الرابع رضی اللہ عنہ،صفحہ606)

حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ،آیت استخلاف کی تفسیرکرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں(حقائق الفرقان جلدسوم:صفحات:224تا231):۔

”لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ:خلیفہ کابناناخداکے اختیارمیں ہے۔اورمیں اس امرمیں خودگواہ ہوں کہ خلافت خداکے فضل سے ملتی ہے۔

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ:یہ سچے خلیفہ کی صداقت کے نشان بتائے کہ ان میں تمکین دے گا۔اُن پرخوف بھی آئے گا۔مگرخوف امن سے بدلاجاوے گا۔برخلاف اس کے جوان کے منکرہوئے۔وہ فاسق ہوں گے۔چنانچہ دیکھ لو،کنجروں سے،رنڈیوں سے پوچھوتواپنے تئیں اسی گروہ کی خادم بتاتی ہیں۔جوکافرِابوبکروعمرؓ ہے۔

(ضمیمہ اخباربدرقادیان7جولائی1910ئ)

اللہ نے تم میں سے مومنوں اورنیکوں‌کاروں سے وعدہ کیاکہ انہیں سرزمین (مکہ)میں ضرورخلیفہ بنائے گاجیساکہ ان سے پہلوں کوبنایا۔اوروہ دین جوان کے لئے پسندکیاہے اُسے ان کی خاطرمضبوط کردے گااورانکے خوف کوامن میں بدل دے گا۔کہ وہ میری عبادت کریں گے اورکسی کومیراشریک نہ ٹھہرائیں گے۔یہ پیشگوئی صحابہؓ کے حق میں ایسی پوری ہوئی کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیرنہیں۔

(فصل الخطاب،حصہ دوم صفحہ:97)

اورجس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم دشمنوں سے نجات پاکرآخرمعززاورممتازاورخلافت اورسلطنت سے سرفرازہوئی۔اسی طرح ٹھیک اسی طرح۔لاریب اسی طرح اس رسول کے اتباع بھی موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کی طرح بلکہ بڑھ کرابراہیمؑ کے موعودملک بالخصوص اوراپنے وقت کے زبردست بادشاہوں پرعلی العموم خلافت کریں گے

(فرمایا)وعدہ دے چکااللہ تعالیٰ ان لوگوں کوتمام میں سے جوایمان لائے اورکام کئے انہوں نے اچھے ضرورخلیفہ کردے گاان کواس خاص زمیں میں (جس کاوعدہ ابراہیم سے ہوا)جیسے خلیفہ بنایاان کوجوان اسلامیوں سے پہلے تھے اورطاقت بخشے گاانہیں اس دین کوپھیلانے کے لئے جواللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسندفرمایا۔اورضرورہی بدل دے گاانہیں خوف کے بعدامن سے۔

(تصدیق براہین احمدیہ،صفحہ:15.16)

اللہ کی نعمت کی قدرکرو۔اس نے خاتم الانبیاء بھیجا۔کتاب بھی کامل بھیجی۔کتاب کے سمجھانے کاخودوعدہ کیااورایسے لوگوں کے بھیجنے کاوعدہ فرمایاجوآآکرخوابِ غفلت سے بیدارکرتے ہیں۔اس زمانہ ہی کودیکھو لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کاوعدہ کیساسچااور صحیح ثابت ہوا۔اس کارحم اس کافضل اورانعام کس کس طرح دستگیری کرتاہے۔مگرانسان کوبھی لازم ہے کہ خودبھی قدم اٹھاوے،یہ بھی ایک سنت اللہ چلی آتی ہے کہ خلفاء پرمطاعن ہوتے ہیں۔آدم پرمطاعن کرنے والی خبیث روح کی ذریت بھی اب تک موجودہے۔صحابہ کرامؓ پرمطاعن کرنے والے روافض اب بھی ہیں۔مگراللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کوتمکنت دیتاہے اورخوف کوامن سے بدل دیتاہے۔

(الحکم 5مئی 1899ء صفحہ:5)

چونکہ خلافت کاانتخاب عقلِ انسانی کاکام نہیں۔عقل نہیں تجویزکرسکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں۔کس میں قوتِ انتظامیہ کامل طورپررکھی گئی ہے۔اس لئے جنابِ الٰہی نے خودفیصلہ کردیاہے۔وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَعَمِلُوْاالصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِیْ الْاَرْضِ۔خلیفہ بنانااللہ تعالیٰ ہی کاکام ہے۔

اب واقعات صحیحہ سے دیکھ لوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے کہ نہیں۔یہ توصحیح بات ہے کہ وہ خلیفہ ہوئے کہ نہیں۔یہ توصحیح بات ہے کہ وہ خلیفہ ہوئے اورضرورہوئے۔شیعہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کوقوی،عزیز،حکیم خدامانتے والاکبھی وہم بھی کرسکتاہے۔کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ پربندوں کاانتخاب غالب آگیاتھا۔منشاء الٰہی نہ تھا۔اورحضرت ابوبکررضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے۔

غرض یہ بالکل سچی بات ہے کہ خلفائے ربّانی کا انتخاب انسانی دانشوں کا نتیجہ نہیں ہوتا۔اگر انسانی دانش ہی کا کام ہوتا ہے تو کوئی بتائے کہ وادی غیر ذی زرع میں وہ کیونکر تجویز کر سکتی ہے؟ چاہئیے تو تھا کہ ایسی جگہ ہوتا جہاں جہاز پہنچ سکے۔دوسرے ملکوں اور قوموں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے اسباب ووجوہات کو سمجھ ہی نہیں سکتی تھی۔جواس انتخاب میں تھی۔اوران نتائج کااس کوعلم ہی نہ تھا۔جوپیدا ہونے والے تھے۔عملی رنگ میں اس کے سوادوسرا منتخب نہیں ہوا۔اور پھر جیسا کہ عام انسانوں اوردنیاداروں کاحال ہے اورہرروزغلطیاں کرتے ہیں نقصان اٹھاتے اورآخرخائب وخاسرہوکراوربہت سی حسرتیں اورآرزوئیں لے کرمرجاتے ہیں۔لیکن جنابِ الٰہی کا انتخاب بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے اس کوکوئی ناکامی پیش نہیں آتی۔وہ جدھر منہ اٹھاتا ہے ادھر ہی اس کے واسطے کامیابی کے دروازے کھولے جاتے ہین اوروہ فضل ،شفائ،نور،اوررحمت کہلاتا ہے۔

(الحکم 7فروری1901ئ،صفحہ5)

ہماراانتخاب آخرغلط ہوتا ہے۔اس کومعزول کرناپڑتا ہے۔زندگی اورموت ہی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ممکن ہے کہ ایک کومنتخب کریں اوررات کواس کی جان نکل جاوے،میرے استادکہتے تھے۔سعادر علی خان نے کئی کروڑروپیہ ہند کے واسطے انگریزوں کودیا کہ اسے دیدیں کہتے ہیں جب عمل درآمد کے لئے کاغذات پہنچے تورات کوجان نکل گئی۔یہ مشکلات ہیں جوہمارے انتخاب درست نہیں ہوسکتے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡامِنۡکُمۡ۔الآیۃ۔یہ خداتعالیٰ ہی کاکام ہے کہ کسی کوخلیفہ بنادے۔پس کسی دلیل کی حاجت نہیں۔تم سمجھتے ہوکہ بنی ہاشم نے بڑی کوشش کی مگرکامیاب نہ ہوئے۔خدانے جس کوبنانا تھااُس کوبنادیا۔

(الحکم10اپریل1901ئ،صفحہ8)

اسی امت میں خلیفہ ہونااورخلیفہ کاتقررخداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہوناہی قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔اوراگرکلیفہ بنناکہت کتابوں کے پڑھ لینے پرہوتاتوچاہیئے تھاکہ میں ہوتا۔میں نے بہت کتابیں پڑھی ہیں اورکثیرالتعدادمیرے کتب خانہ میں ہیں۔مگرمیں توایک آدمی پربھی اپنااثرنہیں ڈال سکتا۔غرض خداتعالیٰ کاوعدہ آپ ہی منتخب کرنے کاہے۔کون منتخب ہوتاہے۔اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ۔(الانعام:125)جوشخص خلافت کے لئے منتخب ہوتاہے۔اس سے بڑھ کردوسرااس منصب کے سزااوراس وقت ہرگزنہیں ہوتا۔کیسی آسان بات تھی کہ خداتعالیٰ جس کوچاہے مصلح

مقرر کردے۔ پھر جن لوگوں نے خدا کے ان مامور کردہ منتخب بندوں سے تعلق پیدا کیا۔انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کی صحبت میں ایک پاک تبدیلی اندر ہی اندر شروع ہو جاتی ہے۔اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی آرزو پیدا ہونے لگتی ہے۔

(الحکم،10اپریل1901ئ،صفحہ3)

کسی قسم کا خلیفہ ہو اس کا بنانا جنابِ الٰہی کا کام ہے۔آدم کو بنایا تو اس نے،داود کو بنایا تو اس نے۔ہم سب کو بنایا تو اس نے۔پھر حضرت نبی کریم ﷺ کے جانشینوں کو ارشاد ہوتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا۔یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا۔وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

جو مومنوں میں سے خلیفہ ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ان کو خوف پیش آتا ہے۔مگر خدا تعالیٰ ان کو تمکنت عطا کرتا ہے۔جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کیلئے اس کی رہیں نکال دیتا ہے۔جو ان کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمال صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔

جنابِ الٰہی نے ملائکہ کو فرمایا کہ میں خلیفہ بناؤں گا کیونکہ وہ اپنے مقربین کو کسی آئندہ معاملہ کی نسبت جب چاہے اطلاع دیتا ہے ان کو اعتراض سوجھا جو ادب سے پیش کیا،مگر بڑے بڑے علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں۔میں نے کہا وہ خواہ کتنے بڑے ہیں مگر فرشتوں سے بڑھ کر تو نہیں۔اعتراض تو انہوں نے بھی کر دیا تھا اور کہا اَتَجۡعَلُ فِیۡھَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡھَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ۔(البقرہ:31)کیا تو اسے خلیفہ بناتا ہے جو بڑا فساد ڈالے اور خونریزی کرے۔یہ اعتراض ہے مگر مولیٰ۔ہم تجھے پاک ذات سمجھتے ہیں۔تیری حمد کرتے ہیں۔تیری تقدیس کرتے ہیں۔خدا کا انتخاب صحیح تھا۔مگر خدا کے انتخاب کو انکی عقلیں کب پا سکتی تھیں۔

(الفضل 17ستمبر1913ئ،صفحہ15:)

خدا کے حضور قربانی کرنے والا متقی (صلی اللہ علیہ وسلم)نہ صرف خود کامیاب ہوا بلکہ خلفائے راشدین کے لئے بھی وعدہ لے لیا۔چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِیۡ ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا۔ دنیا میں کئی نبی جن میں بعض کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور بعض کا نہیں۔ اپنے ساتھ خارقِ عادت نشان لے کر دنیا میں آئے۔ مگر ان محسنوں ،ان ہادیوں کیلئے کوئی دعا نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں معبود سمجھ کر دعا کا محتاج ہی نہیں سمجھتے۔ یہ شرف صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے کہ رات دن کا کوئی وقت ہی نہیں گزرتا جس میں مومنوں کی ایک جماعت دردِ دل سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نہ پڑھ رہی ہو۔

(بدر 23 جنوری 1908ئ، صفحہ 9)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل اور حقیقی مذہب اور تعلیم توحید کو قئم کرتے اور شرک وبدعات کا جو کبھی اِمتدادِ زمانہ کی وجہ سے اسلام میں راہ پاجاویں ان کا قلع قمع کرتے رہیں گے اور یہ ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی سچی تعلیم وتربیت کا نمونہ ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا رہے۔ جو امّتِ مرحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہوا کریں۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی بڑی صراحت سے اس بات کو الفاظ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِیۡ ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا۔ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا۔ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفَاسِقُوۡنَ۔

(الحکم 2 اپریل 1908ئ، صفحہ 4)

فرمان کے وقت نافرمانی کی جاوے تو پھر اسلام کا مفہوم نہیں رہتا۔ قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے۔ یہاں بھی ان خلفاء کے منکروں پر لفظ کفر کا ہی آیا ہے، کیونکہ وہ تو حکم الٰہی ہے۔ جس رنگ میں ہو جو اس کی نافرمانی کرے گا، وہ نافرمان ہوگا۔ میں اس چھت کے نیچے بیٹھا ہوں اگر مجھے اللہ تعالیٰ ابھی حکم دے کہ اٹھ جاؤ اور میں نہ اٹھوں تو میں نافرمان ہوں گا۔ اگر یہ چھت گرے اور میں مر جاؤں تو اس نافرمانی کی سزا ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا میں تو کہتا ہوں کہ خدا کے کسی ایک حکم اور آپ کے جانشینوں کی کسی ایک نافرمانی سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

(الحکم ،10 جولائی 1903ئ، صفحہ 4)

دنیاکے مذاہب کی حفاظت کیلئے مؤیدمن اللہ،نصرت یافتہ نہیں ہوتے۔اسلام کے اندرکیسافضل اوراحسان ہے کہ وہ مامور بھیجتاہے جوپیداہونے والی بیماریوں میں دعاؤں کے مانگنے والا۔خدالی درگاہ میں ہوشیارانسان،شرارتوں اورعداوتوں کے بدنتائج سے آگاہ ،بھلائی سے واقف انسان ہوتاہے جب غفلت ہوتی ہے اور قرآن کریم سے بے خبری ہوتی ہے۔رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی راہوں میں بے سمجھی پیداہوجاتی ہے۔توخداکاوعدہ ہے کہ ہمیشہ خلفاء پیداکریگا،جس کے سبب سے کل دنیامیں اسلام فضیلت رکھتاہے یہ امر مشکل نہیں ہوتاکہ ہم اس انسان کوکیونکر پہچانیں ،جوخداتعالیٰ کی طرف سے مامورہوکرآیاہے۔اس کی شناخت کے لئے ایک نشان منجملہ اورنشانوں کے خداتعالیٰ نے یہ مقرر فرمایاہے ہے کہلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ۔خدافرماتاہے کہ ہمارے مامور کی شناخت کیاہے۔اس کیلئے ایک تویہ نشان ہے کہ وہ بھولی بسری متاع جس کوخداتعالیٰ پسندکرتاہے اس سے لوگ آگاہ ہوں اور غلطی سے چونک اٹھیں اوراسے چھوڑدیں ۔اس کوپوراکرنے کیلئے جس کیلئے اس کوبھیجاہے قسم قسم کی نصرتیں ہوتی ہیں۔کوئی ارادہ اورسچاجوش پیدانہیں ہوتاجب تک کہ خداتعالیٰ کی مددکاہاتھ ساتھ نہ ہو۔بڑی بڑی مشکلات آتی ہیں۔اورڈرانے والی چیزیں آتی ہیں۔مگراللہ تعالیٰ ان سب خوفوں اورخطرات کوامن سے بدل دیتاہے اوردورکردیتاہے۔ایک معیارتواس کی راست بازی اورشناخت کایہ ہے۔

اب ذراہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر غورکرو۔جب آپ ﷺنے دعوتِ حق شروع کی۔تنہاتھے،جیب میں روپیہ نہ تھا،بازوبڑے مضبوط نہ تھے،حقیقی بھائی کوئی نہ تھا،ماں باپ کاسایہ بھی سرسے اٹھ چکاتھااورادھر قوم کی دلچسپی نہ تھی مخالفت حد سے بڑھی ہوئی تھی،مگرخداکے لئے کھڑے ہوئے۔مخالفوں نے جس قدرممکن تھے،دکھ پہنچائے،جلاوطن کرنے کے منصوبے باندھے،قتل کے منصوبے کئے،کیاتھاجوانہوں نے نہ کیا،مگرکس کونیچادیکھناپڑا،آپ ﷺکے دشمن ایسے خاک میں ملے کہ نام ونشان تک مٹ گیا۔وہ ملک جوکبھی کسی کے ماتحت نہ ہواتھاآخر کس کے ماتحت ہوا؟اُس قوم میں جوتوحیدسے ہزاروں کوس دور تھی،توحید پہنچادی بلکہ منوادی۔خوف کے بعدامن عطاکیااُن کے بعد ان کے جانشین حضرت ابوبکرؓہوئے۔آپؓ کی قوم جاہلیت میں بھی چھوٹی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں سے بھی نہ تھے۔پھرکیونکرثابت ہواکہ خلیفہ حق ہیں۔اُسامہؓ کے پاس بیس ہزارلشکر تھا۔اُس کوبھی حکم دیدیاکہ شام کوچلے جاؤ۔اگراُسامہ کالشکرموجود ہوتاتولوگ کہتے کہ بیس ہزارلشکرکی بدولت کامیابیاں ہوئیں ۔نواحِ عرب میں ارتدادکاشوراُٹھا۔تین مسجدوں کے سوانمازکانام ونشان نہ رہاتھا۔سب کچھ ہوا۔میرے خدانے کیساہاتھ پکڑاکہ رافضی بھی

گواہی دے اُٹھا کہ اسداللہ الغالب کوخوف کی وجہ سے ساتھ ہوناپڑا۔کیساخوف پیداہوا کہ عرب مرتدہوگئے بلکہ سب خوف جاتارہا۔کیوں؟اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنائے تھے۔اسی طرح ہمیشہ جب لوگ مامورہوکرآتے ہیں توخداتعالیٰ کی قدرت نمائی سے۔اُس کے ہاتھ کاتھامنایہ دکھلادیتاہے کہ وہ خداتعالیٰ کی حفاظت میں محفوظ ہوتاہے۔یادرکھوجس قدرکمزوریاں ہوں وہ سب معجزات اورالٰہی تائیدیں ہیں کیونکہ ان کمزوریوں ہی میں تائیدالٰہی کامزہ آتاہے۔اورمعلوم ہوجاتاہے کہ خداکہ دستگیری کیساکام کرتی ہے۔امیر کے گھمنڈ سے،مولوی علم کے گھمنڈسے،کوئی منصوبہ بازیوں اوراحکام کے پاس آنے جانے کے گھمنڈسے،اگرکامیاب ہوتاہے توخداکے بندے خداکی مددسے کامیاب ہوتے ہیں۔اُنکے پاس سرمایہ ،علوم اورسفرکے وسائل نہیں ہوتے،مگرعالم ہونے کی لاف وگذاف مورنے والے ان کے سامنے شرمندہ ہوجاتے ہیں۔اس کے پاس کتب خانے اورلائبریریاں نہیں ہوتیں۔وہ حکام سے جاکرملتے نہیں مگروہ ان سب کونیچادکھادیتے ہیں جواپنے رسوخ،اپنے معلومات کی وسعت کے دعوے کرتے ہیں۔برادری اور قوم اس کی مخالفت کرتی ہے،مگرآخریوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح ان کوشرمندہ ہوناپڑتاہے یہی ہمیشہ اُن کی پہچان ہوتی ہے۔

غرض راستبازاورمامور کی شناخت کے یہ نشان خداتعالیٰ نے خود ہی بیان فرمادیئے ہیں۔۔۔۔انسان خوب مطالعہ کرے کہ اسلام سے بڑھ کرنعمت اورعزت وشرافت کاموجب اورکوئی چیزنہیں ہے۔میں نے پہلے بتلایاہے کہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے خلیفہ بنانے کاوعدہ ہے۔اوروہ خلیفہ دلائل سے نہیں آدمیوں کے انتخاب سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ کی تائیداورنصرت اورطاقت سے بنیں گے۔اب اس زمانہ کے منعم علیہ پرغورکرو۔کیاکوئی کہہ سکتاہے کہ وہ منصوبہ بازاورمشرک ہے۔عبادت میں سست ہے۔اہل شخص کہہ سکتاہے کہ ایک عابداورموحدخداکاپرستارکہلانے والاممکن ہے ریاکارہو۔مگرخداتعالیٰ اس کے خلوص نیّت اورصدق کواپنی تائیدات اورنصرتوں سے ثابت کررہاہے۔پھریہ خیال ہوسکتاہے کہ خوف کو وقت ہی وہ پرستارالٰہی ہو۔نہیں نہیں۔وہ جبکہ خوف امن سے بدل جاتاہے وہ اس وقت بھی سچاپرستارہے۔

(الحکم،3مارچ1899ئ،صفحہ5-6)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وعدہ اورپیشگوئی کے موافق جواستثناء کے ۱۸باب میں کی گئی تھی،مثیل موسیٰ ہیں۔اور قرآن نے خوداس دعویٰ کولیا۔اِنَّآاَرْسَلْنَآاِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآاَرْسَلْنَآاِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔(المزمل16:) اب جبکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ٹھہرے اور خلفاء موسویہ کے طریق پر ایک سلسلہ خلفائے محمدیہ ﷺ کا خدا تعالیٰ نے قائم کرنے کا وعدہ کیا جیسا کہ سورۃ نور میں فرمایا: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۔۔۔۔۔۔ (الایۃ) پھر کیا چودھویں صدی موسوی کے خلیفہ کے مقابل پر چودھویں صدی ہجری پر ایک خلیفہ کا آنا ضروری تھا، یا نہیں؟ اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا جاوے اور اس آیت وعدہ کے لفظ کَمَا پر پورا غور کر لیا جاوے تو صاف اقرار کرنا پڑیگا کہ موسوی خلفاء کے مقابل پر چودھویں صدی کا خلیفہ خاتم الخلفاء ہوگا اور وہ مسیح موعود ہوگا۔

اب غور کرو کہ عقل اور نقل میں تناقض کہاں ہوا؟ عقل نے ضرورت بتائی، نقلِ صحیح بھی بتاتی ہے کہ اس وقت ایک مامور کی ضرورت ہے۔ اور وہ خاتم الخلفاء ہوگا۔ اس کا نام مسیح موعود ہونا چاہیئے پھر ایک مدّعی موجود ہے، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اس کے دعویٰ کو راستبازوں کے معیار پر پرکھ لو۔"

(الحکم ،17نومبر 1902ئ،صفحہ 15)"

(حقائق الفرقان، جلد سوم، صفحات224 تا231)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خلیفہ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خلفاء خلیفہ کی جمع ہیں اور خلیفہ کے معنی ہیں:۔

۱۔ مَنۡ یَّخۡلُفُ غَیۡرَہٗ وَیَقُوۡمُ مَقَامَہٗ، یعنی جو کسی کے قائمقام ہو کر وہی کام کرے جو اصل وجود کام کر رہا ہوتا ہے۔

۲۔ وَالسُّلۡطَانُ الۡاَعۡظَمُ، سب سے بڑا بادشاہ۔

۳۔ وَفِی الشَّرۡعِ الۡاِمَامُ الَّذِیۡ لَیۡسَ فَوۡقَہٗ اِمَام، اور شرعی اصطلاح میں خلیف اس امام کو کہتے ہیں جس کے اوپر اس زمانہ میں کوئی امام نہ ہو۔ (اقرب)

پھر اَلۡخِلَافَۃ کے معنی کرتے ہوئے اقرب الموارد میں لکھا ہے:۔

۱۔ اَلۡاِمَارَۃُ، یعنی خلافت کے ایک معنی حکومت کے ہیں۔

۲۔اَلنِّیَابَۃ عَنِ الْغَیْرِ اِمَّا لِغَیْبَۃِ الْمَنُوْبِ عَنْہُ اَوْلِمَوْتِہٖ،کہ خلافت کے معنی ہیں کسی کانائب اور قائمقام ہوکروہی کام کرناجواصل وجودکام کررہاتھا۔اوریہ نیابت یاتواس لئے ہوکہ اصل وہاں موجودنہیں یااصل وفات پاگیاہے اب اس کے کام کوجاری رکھنے کی ضرورت ہے(اقرب)

پس لغت کے ان معنوں کے لحاظ سے لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کے مندرجہ ذیل معنی ہوں گے:۔

۱۔اے مسلمانو!اللہ تعالیٰ تمہیں ضرورملک میں بہت بڑے خلفاء اوربادشاہ بنادے گا۔

۲۔یہ بادشاہت محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ہوگی۔یعنی جوکام محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرانجام دے رہے ہیں۔وہی کام انکوسر انجام دیناہوگا۔"

(تفسیرکبیر،جلد10صفحہ 446)

حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،آیت استخلاف کی تفسیرکرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں(تفسیرکبیر جلدششم:صفحات:365تا393):۔ ترجمہ:اللہ(تعالیٰ) نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بناوے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔اور جو دن اُس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے وہ اُن کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کر دیگا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد وہ اُن کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دیگا۔وہ میری عبادت کریں گے(اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔اور جو لوگ اِس کے بعد بھی انکار کرینگے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

تفسیر:اِن آیات سے یہ مضمون شروع ہوتا ہے کہ اگر مسلمان قومی طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے تو ان کو کیا انعام ملے گا چنانچہ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ خلافت پر ایمان لائیں گے اور خلافت کے استحقاق کے مطابق عمل کریں گے اور ایسے اعمال بجا لائیں گے جو انہیں خلافت کا مستحق بنا دیں اُن سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں اُسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو اس نے خلیفہ بنایا اور اُن کی خاطر اُن کے کے دین کو جو اس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے دنیا میں قائم کرے گا اور جب بھی ان پر خوف آئے گا اس کو امن سے بد ل دے گا۔اور ایسا ہو کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں گے اور کسی کو میراشریک قرار

نہیں دیں گے لیکن جو لوگ مسئلہ خلافت پر ایمان لانا چھوڑ دیں گے وہ اس انعام سے متمتع نہیں ہوں گے بلکہ اطاعت سے خارج سمجھے جائیں گے۔

اِس آیت میں مسلمانوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کیا گیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ خلافت کے قائل رہے اور اس غرض کے لئے مناسب کوشش اور جدوجہد بھی کرتے رہے تو جس طرح پہلی قوموں میں خدا تعالیٰ نے خلافت قائم کی ہے اسی طرح ان کے اندر بھی خدا تعالیٰ خلافت کو قائم کر دے گا اور خلافت کے ذریعہ سے اُن کو اُن کے دین پر قائم فرمائے گا جو خدا نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور اس دین کی جڑیں مضبوط کر دے گا اور خوف کے بعد امن کی حالت اُن پر لے آئے گا جس کے نتیجہ میں وہ خدائے واحد کے پرستا بنے رہیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک وعدہ ہے پیشگوئی نہیں۔اگر مسلمان ایمان بالخلافت پر قائم نہیں رہیں گے اور اُن اعمال کو ترک کر دیں گے جو خلافت کے قیام کے لئے ضروری ہیں تو وہ اس انعام کے مستحق نہیں رہیں گے۔اور خدا تعالیٰ پر وہ یہ الزام نہیں دے سکیں گے کہ اُس نے وہدہ پورا نہیں کیا۔

پھر خلافت کے ذکر کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ واقیموا الصلوٰۃ واٰتواالزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون۔یعنی جب خلافت کا نظام جاری کیا جائے تو اس وقت تمہاررا فرض ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو۔گویا خلفاء کے ساتھ دین کی تمکین کر کے وہ اطاعتِ رسول کرنے والے ہی قرار پائیں گے۔یہ وہی نکتہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصٰ امیری فقد عصانی۔یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نامفرمانی کی۔اُسنے میری نامفرمانی کی۔پس واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعو االرسول لعلکم ترحمون فرما کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس وقت رسول کی اطاعت اسی رنگ میں ہو گی کہ اشاعت وتمکین دین کیء لئے نمازیں قائم کی جائیں۔زکوتیں دی جائیں اور خلفاء کی پورے طور پر اطاعت کی جائے۔اِس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہں ہو سکتی اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔چنانچہ دیکھ لو۔رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کی وصولی کا باقاعدہ انتظام تھا۔پھر جب آپ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہو گئے تو اہلِ عرب کے کثیر حصہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ حکم صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا۔بعد کے خلفاء کے لئے نہیں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کے اس مطالبہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اونٹ کے گھٹنے کو باندھنے والی رسی بھی زکوٰۃ میں دینے سے انکار کریں گے تو میں اِس سے جنگ جاری رکھوں گا اور اس وقت تک بس نہیں کروں گا جب تک اُن سے اُسی رنگ میں زکوٰۃ وصول نہ کر لوں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے۔چنانچہ آپ اس مہم میں کامیاب ہوئے اور زکوٰۃ کا نظام پھر جاری ہو گیا۔جو بعد کے خلفاء کے زمانوں میں بھی جاری رہا۔مگر جب سے خلافت جاتی رہی مسلمانوں میں زکوٰۃ کی وصولی کا بھی کوئی انتظام نہ رہا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا تھا کہ اگر خلافت کا نظام نہ ہو تو مسلمان زکوٰۃ کے حکم پر عمل ہی نہیں کر سکتے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ جیسا کہ اسلامی تعلیم کا منشاء ہے امراء سے لی جاتی ہے اور ایک نظام کے ماتحت غرباء کی ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے اب ایسا وہیں ہو سکتا ہے جہاں ایک باقاعدہ نظام ہو۔اکیلا آدمی اگر چند غرباء میں زکوٰۃ کا روپیہ تقسیم بھی کر دے تو اُس کے وہ خوشگوار نتائج کہاں نکل سکتے ہیں جو اُس صورت میں نکل سکتے ہیں جبکہ زکوٰۃ ساری جماعت سے وصول کی جائے اور ساری جماعت کے غرباء میں تقسیم کی جائے۔

یہ مسئلہ اُن سارے اسلامی بادشاہوں کو مجرم قرار دیتا ہے جو سرکاری بیت المال کو اپنی ذات پر اور اپنے تعیش پر قربان کرتے تھے اور بڑے بڑے محل اور بڑی بڑی سیر گاہیں بناے تھے۔اگر پبلک اس کا آرڈر دیتی چونکہ اس کا روپیہ تھا جائز ہوتا بشرطیکہ اسراف نہ ہوتا لیکن پبلک نے کبھی آرڈر نہیں دیا اور پھر وہ اسراف کی حد سے بھی آگے نکلا ہوا تھا۔اس لئے یہ سارے کام ناجائز تھے۔اور ان لوگوں کو گنہگار بناتے تھے۔نہ اسلام کو تختِ طاؤس کی ضرورت تھی۔نہ تاج محل کی ضرورت تھی۔نہ قصرِ زہرہ کی ضرورت تھی۔نہ بغداد کے محلاتِ ہارون الرشید کی ضرورت تھی۔یہ ساری کی ساری چیزیں اسلامی شوکت کی بجائے چند افراد کی شوکت ظاہر کرنے لئے بنائی گئی تھیں۔اِسی لئے آخر میں ان خاندانوں کی تباہی کا باعث بنیں۔

اِسی طرح اقامتِ صلوٰۃ بھی اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے اور قومی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔اب اگر خلافت کا نظام نہ ہوتو قومی ضروریات کا پتہ کسی طرح لگ سکتا ہے۔مثلاً پاکستان کی جماعتوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ چین اور جاپان اور دیگر ممالک میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام اُن سے کن قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔اگر ایک مرکز ہو گا اور ایک خلیفہ ہو گا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک واجب الاطاعت ہو گا تو اپسے تمام اکنافِ عالم سے رپورٹیں پہنچتی رہیں گی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے اور وہاں وہ ہو رہا ہے اور اِس طرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے آپکو پیش کرنے کی حاجت ہے۔ اسی لئے حنفیوں کا یہ فتویٰ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں کوئی سلطان نہ ہو جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔اور اِس کی تہہ میں یہی حکمت ہے جو میں نے بیان کی ہے اِسی طرح عیدین کی نمازیں ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ قومی ضرورتوں کے مطابق خطبات پڑھا کرتے تھے۔مگر جب خلافت کا نظام نہ رہے تو انفرادی رنگ میں کسی کو قومی ضرورتوں کیا کیا علم ہو سکتا ہے۔اور وہ ان کو کس طرح اپنے خطبات میں بیان کر سکتا ہے۔بلکہ بالکل ممکن ہے کہ حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ خود بھی دھوکا میں مبتلا رہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں مبتلا رکھے۔

میں نے ایک دفعہ کہیں پڑھا کہ آج سے ستر اسی سال پہلے ایک شخص بیکانیر کے علاقہ کی سیر کرنے لئے نکل گیا جمعہ کا دن تھا وہ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا تو اُس نے دیکھا کہ امام نے پہلے فارسی زبان میں مروجہ خطبات میں سے کوئی ایک خطبہ پڑھا اور پھر ان لوگوں سے جو مسجد میں موجود تھے کہا کہ آؤ اب ہاتھ اٹھا کر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین جہانگیر بادشاہ کو سلامت رکھے۔اب اُس بیچارے کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ جہانگیر بادشاہ کو فوت ہوئے سینکڑوں سال گذر چکے ہیں اور اب جہانگیر نہیں بلکہ انگریز حکمران ہیں۔غرض جمعہ جو نماز کا بہترین حصہ ہے اسی صورت میں احسن طریق پر ادا ہو سکتا ہے جب مسلمانوں میں خلافت کا نظام موجود ہو۔ چنانچہ دیکھ لو ہمارے اندر چونکہ ایک نظام ہے اس لئے میرے خطبات ہمیشہ اہم وقتی ضروریات کے متعلق ہوتے ہیں۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔کہ کئی غیر احمدی بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

درحقیقت لیڈر کا کام لوگوں کی رہنمائی کرنا ہوتا ہے مگر یہ رہنمائی وہی شخص کر سکتا ہے جس کے پاس دنیا کے اکثر حصوں سے خبریں آتی ہوں۔اور وہ سمجھتا ہو کہ حالات کیا صورت اختیار کر رہے ہیں۔صرف اخبارات سے اس قسم کے حالات کا علم نہیں ہو سکتا۔کیونکہ اخبارات میں بہت کچھ جھوٹی خبریں درج ہو تی ہیں اس کے وعلاوہ اُن میں واقعات کو پورے طور پر بیان کرنے کا التزام نہیں ہوتا۔لیکن ہمارے مبلغ چونکہ دنیا کے اکثر حصوں میں موجود ہیں اور پھر جماعت کے افراد بھی دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اس لئے اُن کے ذریعہ مجھے ہمیشہ دسچی خبریں ملتی رہتی ہیں اور میں اُن سے فائدہ اٹھا کر جماعت کی صحیح رہنمائی کرتا رہتا ہوں۔پس درحقیقت اقمتہ الصلوٰۃ بھی بغیر خلیفہ کے نہیں ہو سکتی۔اِسی طرح اطاعتِ رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے ایک رشتہ میں پرو دیا جائے۔ یوں تو صحابہ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں پھر صحابہؓ اور آجکل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی ہے کہ صحابہؓ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حدِ کمال کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہؓ اُسی وقت اُس پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔لیکن یہ اطاعت کی روح آجکل کے مسلمانوں میں نہیں َ مسلمان نمازیں بھی پڑھیں گے روزے بھی رکھیں گے حج بھی کرینگے مگر ان کے اندر اطاعت کا مادہ نہیں ہو گا کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔پس جب بھی خلافت ہو گی اطاعتِ رسول بھی ہو گی۔کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نمازیں پڑھا یا روزے رکھو یا حج کرو۔یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔اطاعتِ رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کریدن اور جب وہ کہے کہ اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہے تو وہ زکوٰۃ اور چندوں پر زور دینا شروع کردیں۔اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو قربان کرنے کی ضرورت ہے تو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔غرض یہ تین باتیں ایسی ہیں جو خلافت کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔اگر خلافت نہ ہو گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری نمازیں بھی جاتی رہیں گی۔تمہاری زکوۃ بھی جاتی رہے گی۔اور تمہارے دل سے اطاعتِ رسول کا مادہ بھی جاتا رہے گا۔ہماری جماعت کو چونکہ ایک نظام کے ماتحت رہنے کی عادت ہے اور اس کے افراد اطاعت کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اِس لئے اگر ہماری جماعت کیک افراد کو آج اٹھا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رکھ دیا

جائے تو وہ اُسی طرح اطاعت کرنے لگ جائیں گے جس طرح صحابہؓ اطاعت کیا کرتے تھے لیکن اگر کسی غیر احمدی کو اپنی بصیرت کی آنکھ سے تم اس زمانہ میں لے جاؤ تو تمہیں قدم قدم پر وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا دکھائی دیگا۔اور وہ کہے گا ذرا ٹھہر جائیں۔مجھے فلاں حکم کی سمجھ نہیں آئی۔بلکہ جس طرح ایک پٹھان کے متعلق مشہور ہے کہ اُس نے کہدیا ''خو۔محمدؐ صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔'' کیونکہ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکتِ کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اِسی طرح وہ بعض باتوں کا انکار کرنے لگ جائیگا لیکن اگر ایک احمدی کو لے جاؤ تو اُس کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ وہ کسی غیر مانوس جگہ میں آگیا ہے۔بلکہ جس طرح مشین کا پرزپ فوراً اپنی جگہ پر لگ جاتا ہے اُسی طرح وہ وہاں پر فٹ آجائیگا اور جاتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی بن جائیگا اور آپ کے ہر حکم کی بلا چون وچرا اطاعت کرنے لگ جائیگا اور ائمہ اربعہ اس کے ئے کبھی ٹھوکر کا موجب نہیں بنیں گے کیونکہ وہ سمجھتا ہو گا کہ اصل حکم محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ائمہ اربعہ تو محض آپ کے غلام بلکہ شاگردوں کے بھی شاگرد ہیں۔

یہ آیت جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے اِس میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں:۔

اول: جس انعام کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ ایک وعدہ ہے۔

دوم: یہ وعدہ امت سے ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح پر کاربند رہے۔

سوم: اس وعدہ کی غرض یہ ہے کہ (الف) مسلمان بھی وہی انعام پائیں جو پہلی امتوں نے پائے تھے کیونکہ فرماتا ہے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم(ب) اس وعدہ کی دوسری غرض تمکینِ دین ہے۔(ج) اس کی تیسری غرض مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دینا ہے (د) اس کی چوتھی غرض شرک کا دور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قیام ہے۔

اِس آیت کے آکر میں ومن کفر بعد ذلک فاولٰئک ھم الفٰسقون کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس کے وہدہ ہونے پر زور دیا ہے اور ولئن کفرتم ان عذابی لشدید(ابراہیم:رکوع :۱۴) کے وعید کی طرف توجہ دلائی کہ ہم جو انعامات تم پرنازل کرنے لگے ہیں اگر تم اُن کی ناقدری کرو گے تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے۔اِس لئے یاد رکھو جو لوگ اِس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے۔

یہ آیت ایک زبردست شہادت خلافتِ راشدہ پر ہے اور اِس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور احسان مسلمانوں میں خلافت کا نظام قائم کیا جائے گا جو مؤید من اللہ ہو گا۔جیسا کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض اور ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم سے ظاہر ہے اور مسلمانوں کو پہلی قوموں کے انعامات میں سے وافر حصہ دلانے والا ہو گا پھر اس آیت میں خلفاء کی علامات بھی بتائی گئی ہیں جن سے سچے اور ج ھوٹے میں فرق کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہیں:۔

اول۔خلیفہ خدا بناتا ہے یعنی اس کے بنانے میں انسانی ہاتھ نہیں ہو تا۔نہ وہ خود خواہش کرتا ہے اور نہ کسی منصوبہ کے ذریعہ وہ خلفیہ ہوتا ہے۔بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا بظاہر ناممکن سمجھاجاتا ہے۔چنانچہ یہ الفاظ کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت خود ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جو وعدہ کرات ہے وہی دیتا بھی ہے۔نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اُسے پورا کوئی اور کرے۔پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ سچے خلفاء کی آمد خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو گی کوئی شخص خلافت کی خواہش کر کے خلیفہ نہیں بن سکتا اور نہ کسی منصوبہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔خلیفہ وہی ہو گا جسے خدا بنانا چاہے گا بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہو گا جبکہ دنیا اُس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہو گی۔

دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے سچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے۔کہ وہ اُس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرتا ہے کیونکہ فرماتا ہے کما استخلف الذین من قبلھم کہ یہ خلفاء ہماری نصرت کے ایسے ہی مستحق ہوں گے جیسے پہلے خلفاء اور جب پہلی خلافتوں کو دیکھا جاتا ہے تو وہ تین قسم کی نظر آتی ہیں۔اول خلافتِ نبوت۔جیسے آدم علیہ السام کی خالفت تھی۔جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (بقرۃ :رکوع: ۴) میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والواا ہوں۔اب آدم علیہ السلام کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا۔اور نہ وہ دنیوی بادشاہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک وعدہ کیا اور انہیں اپنی طرف سے زمین میں کھڑا کیا۔اور جنہوں نے ان کا انکار کیا انہیں سزا دی۔اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدمؑ اِن معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ ایک پہلی نسل کے تباہ ہونے پر انہوں نے اور اپن کے نسل نے پہلی قوم کی جگہ لے لی۔اور اِن معنموں میں بھی خلیفہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعہ ایک بڑی نسل جاری کی۔لیکن سب سے بڑی اہمیت جو انہیں حاصل تھی وہ نبوت اور مامورتی ہی کی تھی جس کی طرف اس آیت میں اشزارہ کیا گیا ہے۔انہی

معنوں میں حضرت داوٗد علیہ السلام کو بھی خلیفہ کہا گیا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا داوٗد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ۔ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب۔(ص:رکوع:۱۰)

یعنی اے داوٗد ! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے (حضرت داوٗد علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اسلئے معلوم ہوا کہ یہاں خلافت سے مراد خلافتِ نبوت ہی ہے) پس تو لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ کر اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے سیدھے راستہ سے منحرف کردیں۔یقینا وہ لوگ جو گمراہ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب ہو گا۔اس لئے ایسے لوگوں کے مشورہ کو قبول نہ کیا کر بلکہ وہی کر جس کی طرف خدا تعالیٰ تیری راہنمائی کرے۔اِن آیات میں وہ مضمون بیان ہوا ہے جو دوسری جگہ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ(اٰل عمران :رکوع:۱۷)کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔بعض لوگوں نے غلطی سے لا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ کے یہ موعنے کئے ہیں کہ اے داوٗد ! لوگوں کی ہوا ہوس کے پیچھے نہ چلنا۔حالانکہ اس آیت کے یہ معنے ہی نہیں۔ بلکہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض دفعہ لوگوں کی اکثریت تجھے ایک بات کا مشورہ دے گی اور کہے گی کہ یوں کرنا چاہئے مگر فرمایا تمہارا کام یہ ہے کہ تم محض اکثریت کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ جو بات تمہارے سامے پیش کی جا رہی ہے وہ مفید ہے یا نہیں۔اگر مفید ہو تو مان لو۔اور اگر مفید نہ ہو تو اُسے رد کر دو۔چاہئے اُسے پیش کرنیوالی اکثریت ہی کیوں نہ ہو۔بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ گناہ والی بات ہو۔

پس پہلی خلافتیں اول خلافتِ نبوت تھیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داوٗد علیہ السلام کی خلافت تھی جن کو قرآن کریم نے خلیفہ قرار دیا ہے۔مگر اُن کو خلیفہ صرف نبی اور مامور ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق صفاتِ الٰہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ ے ظل بن کر ظاہر ہوئے اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔

دوسری خلافت جو قرآن کریم سے ثابت ہے وہ خلافتِ ملوکیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح و زادکم فی الخلق بصطۃ فاذکروا اٰلاء اللہ لعلکم تفلحون(اعراف: رکوع: ۹)یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ قوم نوحؑ کے بعد خدا نے تمہیں خلیفہ بنایا

اور اُس نے تم کو بناوٹ میں بھی فراخی بخشی یعنی تمہیں کثرت سے اولاد دی۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ اِسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی فرماتا ہے واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد (اعراف: رکوع: ۱۰) یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم کو خدا تعالیٰ نے عاد اولیٰ کی تباہی کے بعد اُن کا جانشین بنایا اور حکومت تمہارے ہاتھ میں آگئی۔ اس آیت میں خلفاء کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد صرف دنیوی بادشاہ ہیں اور نعمت سے مراد بھی نعمتِ حکومت ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت کی ہے کہ تم زمین میں عدل اور انصاف کو مدنظر رکھ کر تمام کام کرو۔ ورنہ ہم تمہیں سزادیں گے۔ چنانچہ یہود کی نسبت اللہ تعالیٰ اِس انعام کا ذکر ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا واٰتکم مالم یؤت احدا من العالمین۔ (المائدہ: رکوع: ۴) یعنی تم اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر غور کرو جو اس نے تم پر اُس وقت کیا تھا جب اُس نے تم میں نبی بھیجے اور تمہیں بادشاہ بنایااور تمہیں وہ کچھ دیا جو دنیا کی معلوم قوموں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہود کو ہم نے دو طرح خلیفہ بنایا اذ جعل فیکم انبیاء کے ماتحت انہیں خلافتِ نبوت دی اور جعلکم ملوکا کے ماتحت انہیں خلافتِ ملوکیت دی۔ چونکہ موسیٰؑ کے وقت تک تو اور کوئی بادشاہ اُن میں نہیں ہوا اس لئے اِس سے مراد یہ ہے کہ نبوتِ موسوی اور بادشاہتِ موسوی عطا کی جو دریائے نیل کو پار کرنے کے بعد سے ان کو حاصل ہو گئی تھی۔ جیسا کہ فتح مکہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی تھے اور ایک لحاظ سے بادشاہ بھی تھے مگر آپ کی بادشاہت خدا تعالیٰ کے احکام کیک تابع تھی خود سر بادشاہوں والی بادشاہت نہ تھی۔

مگر اِن دو قسم کی خلافتوں کے علاوہ نبی کے وہ جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں۔ یعنی اُس کی شریعت پر قوم کو چلانے اور اُن میں اتحاد قائم رکھنے والے ہوں خواہ وہ نبی ہوں یا غیر نبی۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السالام موعود راتوں کے لئے طور پر گئے تو اپنے بعد انتظا م کی غرض سے انہوں نے حضرت ہارونؑ کو کہا کہ اخلفنی فی قومی واصلح ولاتتبع سبیل المفسدین (اعراف: رکوع: ۱۷) یعنی میرے بعد میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ان کی اصلاح کو مدنظر رکھنا اور مفسد لوگوں کی بات نہ ماننا۔ حضرت ہارون علیہ السلام چونکہ خود نبی تھے اور اس وقت سے پہلے نبی ہو چکے تھے اس لئے یہ خلافت جو حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے انہیں دی تھی وہ خلافت نبوت نہیں ہو سکتی تھی۔اس کے معنے صرف یہ تھے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں اُن کی قوم کا انتظام کریں۔اور قوم کو اتحاد پر قائم رکھیں اور فساد سے بچائیں۔پس وہ ایک تابع نبی بھی تھے اور ایک حکمران نبی کے خلیفہ بھی تھے۔اور یہ خلافت خلافتِ نبوت نہ تھی۔بلکہ خلافتِ انتظامی تھی مگر اس قسم کی خلافت بعض دفعہ خلافتِ انتظامی کے علاوہ خلافتِ نبوت بھی ہوتی ہے۔یعنی ایک سابق نبی کی امت کی درستی اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ایک اور نبی مبعوث فرماتا ہے جو پہلے نبی کی شریعت کو ہی جاری کرتا ہے۔کوئی نئی شریعت نہیں لاتا۔گویا جہاں تک شریعت کا تعلق ہوتا ہے وہ پہلے نبی کے کام کو قائم رکھنے والا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے پہلے نبی کا خلیفہ ہوتا ہے۔لیکن عہدہ کے لحاظ سے وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔اس قسم کے خلفاء نبی اسرائیل میں بہت گذرے ہیں بلکہ جس قدر انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے ہیں سب اسی قسم کے خلفاء تھے یعنی وہ نبی تو تھے مگر کسی جدید شریعت کے ساتھ نہیں آئے تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلا م کی شریعت کو ہی دنیا میں جاری کرتے تھے۔چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور۔یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء (مائدہ:رکوع:۷)یعنی ہم نے تورات کو یقینا ہدایت اور نور سے بھرپور اتار اتھا۔اس کے ذریعہ سے انبیاء جو (ہمارے) فرمانبردار تھے اور عارف اور ربانی علماء بہ سبب اس کے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر نگران تھے یہودیوں کے فیصلے کیا کرتے تھے۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے بعد کئی انبیاء ایسے آئے تھے جن کا کام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا قیام تھا۔یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لو کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلفیفہ تھے۔لیکن اِن انبیاء کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جن کو ربانی اور احبار کہنا چاہئے اس کام پر مقرر تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور مجددین کا ایک لمبا سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے بعد اُن کے خلفاء کے طور پر ظاہر ہوتا رہا جن کا کام حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے کام کی تکمیل تھا۔اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت مسیح ناصری علیہ اسلام تھے جن کو کئی مسلمان غلطی سے صاحب شریعت نبی سمجھتے ہیں اِسی طرح اس زمانہ کے مسیح ی بھی اُن کی نسبت یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ وہ ایک نیا قانون لے کر آئے تھے اور اِسی وجہ سے وہ اُن کی کتاب کو نیا عہدنامہ کہتے ہیں۔حالانکہ قرآن کریم

مسیح ناصری علیہ السلام کو حضرت موسیٰؑ کے دین کا قائم کرنے والا ایک خلیفہ قرار دیتا ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے چند آیات بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وقفینا علیٰ اثارھم بعیسیٰ اب ن مریم مصد قا لما بین یدیہ من التوریۃ (مائدہ:رکوع :۷)یعنی ہم نے مذکورہ بالا نبیوں کے بعد جو تورات کی تعلیم کو جاری کرنے کے لئے آئے تھے عیسیٰ بن مرکم کو بھیجا جو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے اور تورات کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے تھے۔خود مسیح ناصری ہی فرماتے ہیں کہ

”یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے آیا ہوں۔کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہر گز نہیں ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔“(متی باب ۵ آیت ۱۸،۱۷)

غرض یوشع سے لے کر جو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی وفات کے معا بعد اُن کے خلیفہ ہوئے حضرت مسیح ناصریؑ تک سب انبیاء اور مجددین حضرت موسیٰ علیہ سلالم کے خلیفہ اور اُن کی شریعت کو جاری کرنے والے تھے۔

پس جب خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم تو اس سے یہ استنباط ہوا کہ پہلی خلافتوں والی برکات مسلمانوں کو بھی ملیں گی اور انبیاء سابقین سے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ سلوک کیا وہی سلوک وہ امتِ محمدیہ کے خلفاء کے ساتھ بھی کرے گا۔اگر کوئی کہے کہ پہلے تو خلافتِ مولکیت کا بھی ذکر آتا ہے پھر خلافتِ ملوکیت کا ذکر چھوڑ کر صرف خلافتِ نبوت کے ساتھ اس کی مشابہت کو کیوں مخصوص کیا گیا ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ بیشک مسلمانوں کے ساتھ بادشاہوں کا بھی وعدہ ہے مگر اس جگہ بادشاہت کا ذکر نہیں بلکہ صرف مذہبی نعمتوں کا ذکر ہے۔چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم کہ خدا تعالیٰ اپنے قائم کردہ خلفاء کے دین کو دنیا میں قائم کر کے رہیگا۔اب یہ اصول دنیا کے بادشاہوں کے متعلق نہیں اور نہ اُن کے دین کو خدا تعالیٰ نے کبھی دنیا میں قائم کیا ہے۔بلکہ یہ اصول روحانی خلفاء کے متعلق ہی ہے۔ پس یہ آیت ظاہر کر رہی ہے کہ اس جگہ جس خلافت سے مشابہت دی گئی ہے وہ خلافتِ نبوت ہے نہ کہ خلافتِ ملوکیت۔اسی طرح فرماتا ہیت۔ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کہ خدا اُن کے خوف کو امن سے بدل دیا کرتا ہے۔یہ علامت بھی دنیوی بادشاہوں پر کسی صورت میں بھی چسپاں نہیں ہو سکتی کیونک دنیوی بادشاہ اگر آج تاج وتخت کے مالک ہوتیھ ہیں تو کل تخت سے علیحدہ ہو کر

بھیک مانگتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے خوف کو امن سے بدل دینے کاکوئی وعدہ نہیں ہوتا بلکہ بسااوقات جب کوئی سخت خطرہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کے مقابلہ کی ہمت تک کھو بیٹھتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کہ وہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گو یا وہ خالص موحد اور شرک کے شدید ترین دشمن ہوں گے۔مگر دنیا کے بادشاہ تو شرک بھی کر لیتے ہیں حتی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے کبھی کفر بواح بھی صادر ہو جائے۔پس وہ اس آیت کے مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔

چوتھی دلیل جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان خلفاء سے مراد دنیوی بادشاہ ہر گز نہیں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفٰسقون یعنی جو لوگ اِن خلافء کا انکار کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے اب بتاؤ کہ کیا جو شخص کفرِ بواح کا بھی مرتکب ہو سکتا ہو آیا اس کی اطاعت سے خروف فسق ہو سکتا ہے ؟ یقیناً ایسے بادشاہوں کی اطاعت سے انکار کرنا انسان کو فاسق نہیں بن سکتا۔فسق کا فتویٰ انسان پر اسی صورت میں لگ سکتا ہے جب وہ روحانی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرے۔

غرض یہ چاروں دلائل جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔اس امر کا ثبوت ہیں کہ اس آیت میں جس خلافت کا ذکر کیا گیا ہے وہ خلافت مولکیت نہیں۔پس جب خدا نے یہ فرمایا کہ لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم کہ ہم اُن خلفاء پر ویسے ہی انعامات نازل کریں گے جیسے ہم نے پہلے خلفاء پر انعامات نازل کئے تو اس سے مراد یہی ہے کہ جیسے پہلے انبیاء کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی رہی ہے اُسی طرح اُن کی مدد ہو گی۔پس اِسی آیت میں خلافتِ نبوت سے مشابہت مراد ہے نہ کہ خلافتِ ملوکیت سے۔

تیسری بات اس آیت سے یہ نکلتی ہے کہ یہ وعدہ امت سے اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ امت مومن اور عمل صالح کرنے والی رہے۔جب وہ مومن اور عمل صالح کرنے والی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدہ کو واپس لے لے گا۔گویا نبوت اور خلافت میں یہ عظیم الشان فرق بتایا کہ نبوت تو اس وقت آتی ہے جب دنیا خرابی اور فساد سے بھر جاتی ہے جیسے فرمایا ظھر الفساد فی البر والبحر (روم: رکوع:۵)یعنی جب بر اور بحر میں فساد واقع ہو جاتا ہے۔لوگ خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔انہی احکام سے اپنا منہ موڑ لیتے ہیں۔ضلالت اور گمراہی میں گرفتا ہو جاتے

ہیں اور تاریکی زمین کے چپہ چپہ کا احاطہ کر لیتی ہے تو اس وقت لوگوں کو اصلاح کے لئے خداتعالیٰ کسی نبی کو بھیجتا ہے جو پھر آسمان سے نورِ ایمان کو واپس لاتا اور ان کو سچے دین پر قائم کرتا ہے لیکن خلافت اس وقت آتی ہے جب قوم میں اکثریت مومنوں اور عملِ صالح کرنے والوں کی ہوتی ہے اور خلیفہ لوگوں کو عقعائد میں مضبوط کرنے کے لئے نہیں آتا بلکہ تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے آتا ہے۔گویا نبوت تو ایمان اور عملِ صالح کے مٹ جانے پر آتی ہے۔اور خلافت اس وقت تی آتی ہے۔جب قریباً تمام کے تمام لوگ ایمان اور عملِ صالح پر قائم ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ خلافت اسی وقت شروع ہوتی ہے جب نبوت ختم ہوتی ہے کیونکہ نبوت کے ذریعہ ایمان اور عملِ صالح قائم ہو چکا ہوتا ہے۔اور چونکہ اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو ایمان اور عملِ صالح پر قائم ہوتے ہیں، اِس لئے اللہ تعالیٰ اپنی خلافت کی نعمت عطا فرما دیتا ہے۔اور درمیانی زمانہ جب کہ نہ تو دنیا نیکو کاروں سے خالی ہو اور نہ بدی سے پُر ہو دونوں سے محروم رہتا ہے کیونکہ نہ تو بیماری شدید ہوتی ہے کہ نبی تندرسی کامل ہوتی ہے کہ اُن سے کام لینے والا خلیفہ آئے۔

پس اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا فقدان کسی خلیفہ کے نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ جماعت کے نقص کی وجہ سے ہوتا ہے اور خلافت کا مٹنا خلیفہ کے گنہگار ہونے کی دلیل نہیں بلکہ امت کے گنہگار ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ صریح وعدہ ہے کہ وہ اس وقت تک خلیفہ بناتا چلا جائیگا جب تک جماعت میں مومنوں اور عمل صالح کرنے والوں کی اکثریت رہے گی۔جب اس میں فرق پڑ جائے گا اور اکثریت مومنوں اور عملِ صالح کرنے والوں کی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔اب چونکہ تم خود بد عمل ہو گئے ہو اس لئے میں اپنی نعمت تم سے چھین لیتا ہوں (گو خدا چاہے تو بطور احسان ایک عرصہ تک پھر بھی جماعت میں خلفاء بھجواتا رہے) پس وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ خراب ہو گیا ہے وہ بالفاظ دیگر اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ جماعت کی اکثریت ایمان اور عملِ صالح سے محروم ہو چکی ہے کیونکہ خدا کا یہ وعدہ ہے کہ جب تک امت ایمان اور عملِ صالح پر قائم رہے گی اس میں خلفاء آتے رہیں گے اور جب وہ اس سے محروم ہو جائے گی تو خلفاء کا آنا بھی بند ہو جائے گا۔پس خلیفہ کے بگڑنے کا کوئی امکان نہیں ہاں اس بات کا ہر وقت امکان ہو سکتا ہے کہ جماعت کی اکثریت ایمان اور عملِ صالح سے محروم نہ ہو جائے۔

چوتھی علامت خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ اُن کے دینی احکام اور خیالات کو اللہ تعالیٰ دنیا میں پھیلا ئے گا۔چنانچہ فرماتا ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم کہ اللہ تعالیٰ اپن کے دین کو تمکین دے گا اور باوجود مخالف حالات کے اُسے دنیا میں قائم کرے گا۔یہ ایک زبردست ثبوت خلافتِ حقہ کی تائید میں ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو خلفاء کی صداقت پر خدا تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا نشان نظر آتا ہے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما ایسے خاندانوں میں سے تھے جو عرب میں کوئی جتھہ نہیں رکھتے تھے لیکن حضرت عثما اور حضرت علی رضی اللہ عنھما ایسے خاندانوں میں سے تھے جو عرب میں جتھے رکھتے تھے چنانچہ بنو عبد الشمس حضرت عثمانؓ کے حق میں تھے اور بنو عبد المطلب حضرت علیؓ کے حق میں۔ اور ان دونون کو عرب میں بڑی قوت حاصل تھی۔جب خلافت میں تنزل وقاقع ہوا اور مسلمانوں کی اکثریت میں سے ایمان اور عملِ صالح جاتا رہا تو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑکی شہادت کے بعد بنو عبد الشمس نے مسلمانوں پر تسلط جما لیا۔اور یہ وہ لوگ تھے جو حضرت عثمانؓ سے تعلق رکھتے تھے۔چنانچہ ان کی حکومت کے دوران میں حضرت علیؑ توع مذمت ہوتی رہی اور حضرت عثمانؓ کی خوبیاں بیان ہوتی رہیں۔حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مداح اور اِن کی خوبیوں کا ذکر کورنے والے اِس دور میں بہت ہی کم تھے۔اِس کیک بعد حالات میں پھر تغیر پیدا ہوا۔اور بنو عبد الشمس کی جگہ بنو عبد المطلب نے قبضہ کر لیا یعنی بغداد میں دولتِ عباسیہ قائم ہو گئی۔اور یہ وہ لوگ تھے جو اہلِ بیت سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ ان کا تمام زور حضرت علیؓ کی تعریف اور آپ کی خوبیاں بیان کرنے پر صرف ہونے لگ گیا۔اس طرح کئی سو سال تک مسلمانوں کا ایک حصہ حضڑت عثمانؓ کے اوصاف شمار کرتا رہا اور ایک حصہ حضرت علیؓ کے اوصاف شمار کرتا رہا۔مگر باوجود اس کے کہ خلفاء اربعہ کے بعد اسلامی حکومتوں کے یہ دو دور آئے اور دونوں ایسے تھے کہ ان میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فتووں اور قارشادات کو حاصل ہے وہ اِن دونوں کو حاصل نہیں۔ گو ان سے اُتر کر انہیں بھی حاصل ہے اور یہ ثبوت ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کا کہ خدا نے ان کے دین کو قائم کیا۔اور ان کی عزت کو لوگوں کے قلوب میں جاگزیں کیا۔چنانچہ آج کسی مسلمان سے پوچھ لو کہ اس کے دل میں خلفاء میں سے سب سے زیادہ کس کی عزت ہے تو وہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کا نام لے گا۔پھر حضرت عمرؓ کا نام لے گا۔پھر حضرت عثمانؓ کا نام لے گا۔اور پھر حضرت علیؓ کا نام لے گا۔حالانکہ کئی صدیاں ایسی گذری ہیں جن میں حضرت ابوبکرؓ اور

حضرت عمرؓ کا نام لینے والا کوئی نہیں تھا اور اتنے لمبے وقفہ میں بڑے بڑے لوگوں کے نام دنیا سے مٹ جایا کرتے ہیں لیکن خدا نے اُن کے نام کو قائم رکھا اور اُن کے فتووں اور ارشادات کو وہ مقام دیا جو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فتووں اور ارشادات کو بھی حاصل نہیں۔

پھر بنو عبد الشمس کے زمانہ میں حضرت علیؓ کوبدنام کرنے کی بڑی کوششیں کی گئیں اور دولتِ عباسیہ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ پر بڑا لعن طعن کیا گیا۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ کوششیں حکومت کی طرف سے ہوئیں اور انہوں ن ے اپنے اپنے زمانوں میں اُن کو بدنام کرنے اوراُن کے ناموں کو مٹانے کے لئے بڑی کوشش کی مگر پھر بھی یہ دونوں خلفاء دھلے دھلائے نکل آئے اور خدا نے تمام عالمِ اسلام میں اُن کی عزت وتوقیر کو قائم کر دیا۔

پھر دین کے ایک معنے سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔اس لحاً سے سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں قائم فرمائے۔یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفۂ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے۔لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصا ر ہو اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اُسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔صوفیاء کی اصطلاح میں اِسے عصمتِ صغری کہا جاتا ہے۔گویا انبیاء کو تو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔اُن کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاہو سکتی ہیں۔مگر انجام کارنتیجہ یہی ہو گا کہ اسلام کو غلطہ حاصل ہو گا اور اُس کے مخالفوں کو شکست ہو گی۔گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہو گی۔خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہو گی جواُن کی ہو گی۔بیشک بولنے والے وہ ہوں گے زبانیں انہی کی حرکت کریں گے۔ہاتھ انہی کے چلیں گے۔دماغ انہیکا کام کرے گا۔مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہو گا اُن سے جزئیات میں معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔بعض دفعہ اُن کے مشیر بھی ان کو غلط مشورہ دے سکتے ہیں لیکن ان درمیانی روکوں سے گذر کر کامیابی انہی کو حاصل ہو گی۔اور جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی تو وہ صحیح ہو گی اور ایسی مضبوط ہو گی کہ کوئی طاقت اُسے توڑ نہیں سکے گی۔

پانچویں علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔یعنی جب بھی قومی طور پر اسلامی خلافت کے لئے کوئی خوف پیدا ہو گا اور لوگوں کے دلوں میں نورِ ایمان باقی ہو گا اللہ تعالیٰ اس خوف کے بعد ضرور ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن سے مسلمانوں کا خوف امن سے بدل جائے گا۔چنانچہ دیکھ لو۔حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب افراتفری کی حالت پیدا ہو گیء تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر اکٹھا کر دیا۔اور جب حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہؓ کے دل میں اُس زمانہ کے مناسب حال خشیت اللہ پیدا کر دی اور جب روم کے عیائی بادشاہ نے مسلمانوں کا انتشار دیکھ کر اسلامی ممالک پر حملہ کرنا چاہا توحضرت معاویہؓ نے اُسے کہلا بھیجا کہ یہ نہ سمجھنا کہ مسلمانوں میں اختلاف ہے اگر تم نے اسلامی ملکوں پر حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو حضرت علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابلہ کیلئے نکلے گا وہ میں ہوں گا۔چنانچہ رومی بادشاہ ڈر گیا اور مسلمانوں کا خوف امن سے بدل گیا۔یہ ایک جزوی ایمان تھا۔اگر حضرت معاویہؓ اُس وقت کلی طور پر ہتھیار ڈال دیتے اور حضرت علیؓ کے تابع ہو جاتے تو مسلمانوں کا ختالف ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا۔ اور ایسے خوش کن نتائج نکلتے کہ آج ہر مسلمان کی گردن فخر سے اونچی ہوتی مگر افسوس کہ حضرت معاویہؓ نے صرف وقتی اطاعت کا اعلان کیا کلی اطاعت کا اعلان نہ کیا۔

بعض لوگ غلطی سے اس آیت ا یہ مفہوم سمجھتے ہیںکہ خلفاء راشدین ہر تخوفی سے محفوظ رہتے ہیں۔اور یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ۔حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو چونکہ خلافت کے بعد مختلف حوادث پیش آئے اور دشمنوں نے انہیں شہید کر دیا۔اس لئے حضرت ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو خلیفۂ راشد تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔یہ غلطی انہیں اس لئے لگی ہے کہ انہوں نے قرآنی الفاظ پر غور نہیںکیا۔بیشک خوف کا امن سے بدل جانا بھی بڑی نعمت ہے۔ لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ولیبدلنھم من بعد الخوف امنا۔کہ جو بھی خوف پیدا ہو گا اُسے امن سے بدل دیا جائے گا۔بلکہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا فرمایا ہے۔کہ جو خوف اُن کے دل میں پیدا ہو گا اور جس چیز سے وہ ڈریں گے اللہ تعالیٰ اُسے دور کر دیگا۔اور اس کی جگہ امن پیدا کر دیگا۔پس وعدہ یہ نہیں کہ زید اور بکر کے نزدیک جو بھی ڈرنے والی بات ہو وہ خلفاء کو پیش نہیں آئیگی۔بلکہ وعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے وہ ڈریں گے۔اللہ تعالیٰ اُسے ضرور دور کردیگا۔اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ سانپ بظاہر ایک بڑی

خوفناک چیز ہے مگر کئی لوگ ہیں جو سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے سانپ کا خوف کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔اِسی طرح فقر ایک بڑی خوف والی چیز ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الفقر فخری فقر میرے لئے ذلت کا موجب ہے۔اب اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ کھانے کے لئے اگر ایک وقت کی روٹی بھی نہ ملے تو یہ بڑی ذلت کی بات ہوتی ہے تو کیا اس کے اِس خیال کی وجہ سے ہم یہ مان لیں گے کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ذلت ہوئی۔جو شخص فقر کو اپنی عزت کا موجب سمجھتا ہے جو شخص چیتھڑوں کو قیمتی لباس سے زیادہ بہتر چیز سمجھتا ہے اور جو شخص دنوی مال و متاع کو نجاست کی طرح حقیر سمجھتا ہے اُس کے لئے فقر کا خوف بالکل بے معنے ہے۔پس خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ولیبدلنھم من بعد الخوف امنا کہ کوئی ایسی خوف والی بات پیدا نہیں ہو گی جس وہ ڈرتے ہوں گے۔اِس فرق کو مد نظر رکھ کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہوئے۔مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہک حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا۔بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دعائیں کرتے ہوئے گزاردی ہو کہ یا اللہ مجھے مدینہ میں شہادت دے وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امن سے نہ بدلا گیا۔بیشک اگر حضرت عمرؓ شہادت سے ڈرتے اور پھر وہ شہید ہو جاتے تو کہا جاسکتا تھا کہ اُن کے خوف کو خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا۔مگر وہ تو دعائیں کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔پس اُن کی شہادت سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ وہ شہادت سے ڈرتے بھی تھے اور جب وہ شہادت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کیلئے دعائیں کرتے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمالیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے ماتحت اُن پر کوئی ایسا خوف نہیں آیا جو اُن کے دل نے محسوس کیا ہو اور اس آیت میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہونگے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور اللہ تعاویٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندیٔ درجات کا موجب سمجھتے ہوں تو اُسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات ہے۔میں نے تو جب حضرت عمرؓ کی اس دعا کو پڑھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا بظاہر یہ

مطلب تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور اُس کا حملہ اتنی شدت سے ہو کہ تمام مسلمان تباہ ہو جائیں پھر وہ خلیفۂ وقت تک پہنچے اور اُسے بھی شہید کردے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا بھی قبول کر لی۔ اور ایسے سامان بھی پیدا کر دئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اُس نے خنجر سے آپ کو شہید کر دیا پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے اُن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِن باتوں سے کبھی خائف نہیں ہوئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا تو وہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے۔ اور اہلِ مدینہ کو ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے تا کہ وہ اکٹھے ہو کر اُن کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ مگر باوجود اس شورش اور فتنہ انگیزی اور فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے اکیلے مسجد میں تشریف لاتے اور ذرا بھی خوف محسوس نہ کرتے اور اس وقت تک برابر آتے رہے جب تک لوگوں نے آپ کو منع نہ کردیا۔ جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں نے حملہ کردیا۔ تو بجائے اس کے کہ آپ صحابہؓ کا اپنے مکان کے گرد پہرہ لگواتے۔ آپ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ آپ ی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ کیا شہادت سے ڈرنے والا آدمی بھی ایسا ہی کیا کرتا ہے؟ اور وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ میرا فکر نہ کرو بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ؟ پھر اس بات کا کہ حضرت عثمانؓ اِن واقعات سے کچھ بھی خائف نہیں تھے ایک اور زبردست ثبوت یہ ہے کہ اس فتنہ کے دوران میں ایک دفعہ حضرت معاویہؓ حج کرنے آئے۔ جب وہ شام کو واپس جانے لگے تو مدینہ میں حضرت عثمانؓ سے ملے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلیں۔ وہاں آپ تمام فتنوں سے محفوظ رہیں گے آپ نے فرمایا کہ معاویہ! میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو ی بات منظور نہیں تو میں شامی سپاہیوں کا ایک لشکر آپ کی حفاظت کے لئے بھیج دیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں اپنی حفاظت کے لئے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے عرضی کیا کہ امیر المؤمنین لوگ آپ کو دھوکا سے قتل کردیں گے۔ یا ممکن ہے آپ کے خلاف وہ برسرِ پیکار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے اِس کی پروہ نہیں۔ میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔ آخر انہوں نے کہا۔ اگر آپ اور کچھ منظور نہیں کرتے تو اتنا ہی کریں کہ شرارتی لوگوں کو بعض اکابر صحابہؓ کے متعلق گھمنڈ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اُ کے بعد وہ کام سنبھال لیں گے۔ چنانچہ وہ ان کا نام لے لے کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے رخصت کردیں۔ ارادے

پست ہو جائیں گے اور وہ خیال کریں گے کہ آپ سے تعرض کر کے انہوں نے کیا لینا ہے جبکہ مدینہ میں کوئی اور کام کو سنبھالنے والا ہی نہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ یہ بات بھی نہ مانی اور کہاں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جن کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے۔ میں اُن کو جلاوطن کر دوں۔ حضرت معاویہؓ یہ سن کر روپڑے اور انہوں نے عرض کیا۔ اگر آپ اور کچھ نہیں کرتے تو اتنا ہی اعلان کردیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہؓ لیگا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ معاویہؓ! تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مسلمانوں پر تم کہیں سختی نہ کرو۔ اِس لئے میں یہ اعلان بھی نہیں کر سکتا۔ اب کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے، کہ حضرت عثمانؓ دل کے کمزور تھے مگر تم خود ہی بتاؤ کہ اِس قسم کی جرأت کتنے لوگ دکھا سکتے ہیں۔ اور کیا اِن واقعات ک ے ہوتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے دل میں کچھ بھی خوف تھا۔ اگر خوف ہوتا تو وہ کہتے کہ تم اپنی فوج کا دستہ میری حفاظت کے لئے بھجوا دو۔ انہیں تنخواہیں میں دلواؤں گا۔ اور اگر خوف ہوتا تو آپ اعلان کر دیتے کہ مجھ پر کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ سن لے کہ میرا بدلہ معاویہؓ لے گا۔ مگر آپ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہ دیا کہ معاویہؓ ! تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے تم کو یہ اختیار دے دیا تو تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔ پھر جبکہ آخر میں دشمنوں نے دیوار پھاند کر آپ پر حملہ کیا تو کس دلیری سے آپ نے مقابلہ کیا۔ بغیر ڈر اور خوف کے اظہار کے آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایک بیٹا محمد بن ابی بکرؓ جو ابن حنفیہ کہلاتا ہے(اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے) آگے بڑھا اور اُس نے حضرت عثمان کی داڑھی پکڑ کر اُسے زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُس کی طرف آنکھ اٹھائی اور فرمایا میرے بھائی کے بیٹے !اگر تیرا باپ اس وقت ہوتا تو تجھے کبھی ایسا کرنے نہ دیتا۔ یہ سن ر اس کا جسم کانپ گیا اور وہ شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گیا۔ اِس کے بعد ایک اور شخص آگے بڑھا اور اُس نے ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری اور پھر آپ کے سامنے جو قرآن کریم پڑا ہوا تھا اُسے اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے الگ پھینک دیا۔ وہ ہٹا تو ایک اور شخص آ گے آگیا اور اُس نے تلوار سے آپ پر حملہ یکیا جس سے آپ کا ہاتھ کٹ گیا پھر اُس نے دوسرا وار کیا۔ مگر آپ کی بیوی حضرت نائلہ درمیان میں آگئیں جس سے اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اِس کے بعد اُس نے ایک اور وار کیا جس سے آپ زخمی ہو کر گر گئے مگر پھر اُس نے یہ خیال کر کے کہ ابھی آپ کی جان نہیں نکلی ایسی حالت میں جبکہ زخموں کی شدت کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو چکے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کر دیا اور اس وقت تک آپ کو نہیں چھوڑا جب تک کہ آپ شہید نہیں ہو گئے۔

اِن واقعات کو دیکھکر کون کہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان واقعات سے خائف تھے۔اور جب وہ اِن واقعات سے خائف ہی نہ تھے تو من بعد خوفھم امنا کے خلاف یہ واقعات کیونکر ہو گئے۔یہ لوگ تو اگر کسی امر سے خائف تھے تو اِس سے کہ اسلام کی روشنی میں فرق نہ آئے۔سو باوجود اِن واقعات کے وہی بات آخر قائم ہوئی جسے یہ لوگ قائم کرنا چاہتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدل دیا۔

یہی حال حضرت علیؓ کا ہے۔اُن کے دل کا خوف بھی صرف صداقت اور روحانیت کی اشاعت کے بارہ میں تھا۔سو اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو امن سے بدل دیا یہ ڈر نہیں تھا کہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔چنانچہ باوجود اس کے کہ حضرت معاویہؓ کا لشکر بعض دفعہ حضرت علیؓ کے لشکر سے کئی کئی گنا زیادہ ہوتا تھا آپ اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔اور یہی فرماتے تھے ک جو کچھ قرآن کہتا ہے وہ مانوں گا۔اس کے خلاف میں کوئی بات تسلیم نہیں کر سکتا۔

اگر محض لوگوں کی مخالفت کو ہی خوفناک امر قرار دے دیا جائے تب تو ماننا پڑے گا کہ انبیاء (نعوذ باللہ) ہمیشہ لوگوں سے ڈرتے رہے ہیں کیونکہ جتنی مخالفت لوگ اُن کی کرتے ہیں اتنی مخالفت اور کسی کی نہیں کرتے بہرحال دنیا کی مخالفت کوئی حقیقت نہں رکھتی اور نہ خدا تعالیٰ یہ فرمایا ہے کہ ولیبدلنھم من بعد الخوف امنا بلکہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنافرمایا ہے۔کہ جس چیز سے وہ ڈرتے ہوں گے اُسے اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا اور جیسوا کہ میں بتا چکا ہوں وہ صرف اس بات سے ڈرتے تھے کہ امتِ محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آجائے۔سو امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس توجہ اور دعا کی برکت سے بحیثیت مجموعی ضلالت سے محفوظ رکھااور اہل السنت والجماعت کا مذہب ہی دنیا کے کثیر حصہ پر ہمیشہ غالب رہا۔

میں نے اس آیت کے جو یہ معنے کئے ہیں کہ اس جگہ خوف سے مراد عام خوف نہیں بلکہ وہ خوف ہے جسے خلفاء کا دل محسوس کرتا ہو۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں عام خوف ضرور ہوتا ہے بلکہ عام خوف بھی اللہ تعایٰ ان سے دور ہی رکھتا ہے۔سوائے اس کے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو۔جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب خوف پیدا ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے انعام کے مستحق نہیں رہے تھے۔پس میرا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عام خوفوں سے محفوظ نہیں رکھتا بلکہ

مطلب یہ ہے کہ اصل وعدہ اس آیت میں اتنی خوف کے متعلق ہے جس کو وہ خوف قرار دیں اور وہ بجائے کسی اور بات کے ہمیشہ اس ایک بات سے ہی ڈرتے تھے کہ امت محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آجائے سو خدا کے فضل سے امتِ محمدیہ ایسی ضلالت سے محفوظ رہی اور باوجود بڑے بڑے فتنوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد اس کی ہدایت کے سامان ہوتے رہے۔اصل معجزہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کی خواہشات پوری ہوتی رہیں۔زندگی میں اگر کسی کی خواہشیں پوری ہوں تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے تدبیروں سے کام لیا تھا۔مگر جس کی زندگی ختم ہو جائے اور پھر بھی اس کی خواہشیں پوری ہوتی رہیں اس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے کسی ظاہری تدبیر سے کام لے لیا ہو گا۔بلکہ یہ امر اس بات کا ثبوت ہو گا کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کا اُس سے گہرا تعلق تھا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی حالت میں سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ایک لمبا عرصہ گذرنے کے بعد مالِ غنیمت میں سونے کے کڑے آئے اور باوجود اِس کے کہ شریعت میں مردوں کو سونے کے کڑے پہننے ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف کو پورا کرنے کیلئے اُسے سونے کے کڑے پہنائیں۔چنانچہ آپ نے اُسے پہنائے پس اس واقعہ میں معجزہ یہ ہے کہ باوجودیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔پھر یہ بھی معجزہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات حضرت عمرؓ نے سن لی۔اور آپ کو اس کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔آخر حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات تو نہیں سنا کرتے تھے۔ممکن ہے یہ بات کسی اور کے کان میں پڑتی اور وہ آگے کسی اور کو بتانا بھول جاتا۔مگر اس معجزہ کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ جس شخص کے پاس سونے کے کڑے پہنچے تھے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کشف بھی پہنچ چکا تھا۔پھر اس معجزے کا یہ بھی حصہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کر دی کہ وہ اس صحابی کو سونے کے کڑے پہنائیں حالانکہ شریعت کے لحاظ سے مردوں کے لئے سونا پہننا ممنوع ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو پورا کرنا چاہتا تھا۔اس لئے آپ کے دل کو اس نے اس طرف مائل کر دیا کہ مردوں کے سونا نہ پہننے میں جو حکمتیں ہیں وہ بھی بیشک اچھی ہیں

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سونے کے کڑے پہنا دینا بھی کوئی بری بات نہیں ہو سکتی۔چنانچہ انہوں نے اس صحابی کو اپنے سامنے سونے کے کڑے پہنائے۔

اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خلفاء راشدین فوت ہو گئے تو ان کی وفات کے سالہا سال بعد خدا تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدلا۔ کبھی سوسال بعد کبھی دو سو سال بعد۔ کبھی تین سو سال بعد۔ کبھی چار سو سال کے بعداور کبھی پانچ سو سال کے بعد اور اس طرح ظاہر کردیا کہ خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ ان کے ارادے رائیگاں جائیں۔لیکن اگر اس ساری آیت کو ساری قوم کی طرف منسوب کر دیا جائے۔تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی وہی معنے کئے جائینگے جن کو میں نے بیان کیا ہے۔یعنی اس صورت میں بھی ساری قوم کو اگر کوئی خوف ہو سکتا تھا تو وہ کفار کے اسلام پر غلبہ کا ہو سکتا تھا۔فردی طور پر تو کسی کو یہ خوف ہو سکتا ہے کہ میرا بیٹا نہ مر جائے۔کسی کو ی خوف ہو سکتا ہے ک مجھے تجارت میں نقصان نہ ہو جائے۔مگر قوم کا خوف تو ایسا ہی ہو سکتا ہے جو اپنے اندر قومی رنگ رکھتا ہو اور وہ خوف بھی پھر یہی ماننا پڑتا ہے کہ ایسا نہ ہو اسلام پر کفار غالب آجائیں۔سو قوم کا یہ خوف بھی اسلام کے ذریعہ ہی دور ہوا۔اور اسلام کو ایسا زبردست غلبہ ھاصل ہوا جس کی اور کہیں‌مثال نہیں ملتی۔

خلفاء کی چھٹی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاوہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے۔یعنی اُن کے دلوں میں خدا تعالیٰ جرأت اور دلیری پیدا کر دیگا اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کا خوف اُن کے دل میں پیدا نہیں ہو گا۔وہ لوگوں کے ڈر سے کوئی کام نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں گے اور اُسی کی خوشنودی اور رضا کے لئے تمام کام کرینگے۔ یہ معنے نہیں کہ وہ بت پرستی نہیں کریں گے۔بت پرستی تو عام مسلمان بھی نہیں کرتے کجا یہ کہ خلفاء کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بت پرستی نہیں‌کرینگے۔ پس یہاں بت پرستی کا ذکر نہیں بلکہ اس امر کا ذکر ہے کہ وہ بندوں سے ڈر کر کسی مقام سے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے بلکہ جو کچھ کرینگے خدا تعالیٰ کے منشاء اور اس کی رضا کو پورا کرنے کے لئے کرینگے اور اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کریں گے کہ اِس راہ میں انہیں کن بلاؤں اور آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔دنیا میں بڑے سے بڑا دلیر آدمی بھی

بعض دفعہ لوگوں کے ڈر سے ایسا پہلو اختیار کر لیتا ہے جس سے گو یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ سچائی کو چھوڑ دے مگر دل میں یہ خواہش ضرور ہوتی ہے کہ میں ایسے رنگ میں کام کروں کہ کسی کو شکوہ پیدا نہ ہو۔

مولوی غلام علی صاحب ایک کٹر وہابی ہوا کرتے تھے۔وہابیوں کا یہ فتویٰ تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک ہندوستان میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی۔کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جمعہ پڑھنا تب جائز ہو سکتا ہے جب مسلمان سلطان ہو۔جمعہ پڑھانے والا مسلمان قاضی ہو اور جہاں جمعہ پڑھا جائے۔وہ شہر ہو ہندوستان میں انگریزی حکومت کی وجہ سے چونکہ نہ مسلمان سلطان رہا تھا۔نہ قاضی اس لئے وہ جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے اِدھر چونکہ قرآن کریم میں وہ یہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے بلایا جائے تو فوراً تمام کام چھوڑتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑو۔اس لئے ان کے دلوں کو اطمینان نہ تھا۔ایک طرف ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ جمعہ پڑھیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی حنفی مولوی ہمارے خلاف فتویٰ نہ دیدے۔ اس مشکل کی وجہ سے ان کا یہ دستو تھا کہ جمعہ کے روز گاؤں میں پہلے جمعہ پڑھتے اور پھر ظہر کی نماز ادا کر لیتے۔اور وہ خیال کرتے کہ اگر جمعہ والا مسئلہ درست ہے تب بھی ہم بچ گئے اگر ظہر پڑھنے والا مسئلہ صحیح ہے تب بھی ہم بچ گئے۔اِسی لئے وہ ظہر کا نام ظہر کی بجائے ”احتیاطی“ رکھا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خدا نے اگر ہمارے جمعہ کی نماز کو الگ پھینک دیا تو ہم ظہر کو اٹھا کر اس کے سامنے رکھدینگے اور اگر اُس نے ظہر کو رد کر دیا تو ہم جمعہ اس کے سامنے پیش کر دیں گے۔اور اگر کوئی احتیاطی ”نہ پڑھتا تو سمجھا جاتا کہ وہ وہابی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتھ تے کہ ایک دفعہ ہم مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گورداسپور گئے۔راستہ میں جمعہ کا وقت آگیا۔ہم نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد میں چلے گئے آپ کا عام طریق وہابیوں سے ملتا جلتا تھا کیونکہ وہابی حدیثوں کے مطابق عمل کرنا اپنے لئے ضروری جانتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہی انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے غرض آپ بھی مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گئے اور جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب مولوی غلام علی صاحب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے چار رکعت ظہر کی نماز پڑھ لی۔آپ فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب یہ جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعتیں کیسی ہیں۔وہ کہنے لگے۔یہ ”احتیاطی“ ہے۔میں نے کہا۔ مولوی صاحب! آپ تووہابی ہیں اور عقیدۃً اس کے مخالف ہیں۔پھر احتیاطی کے کیا معنے ہوئے۔وہ کہنے لگے یہ احتیاطی

ان معنوں میں نہیں کہ خدا کے سامنے ہمارا ج معہ قبوہ ہوتا ہے یا ظہر۔بلکہ یہ اِن معنوں میں ہے کہ لوگ مخالفت نہ کریں۔توکئی لوگ اس طرح بھ یکام کر لیتے ہیں جیسے مولوی غلام علی صاحب نے کیا کہ اپنے دل میں تو وہ اس بات پر خوش رہے کہ انہوں نے جمعہ پڑھا ہے اور اُدھر لوگوں کو خوش کرنے کیلئے چار رکعت ظہر کی نماز بھی پڑھ لی۔

اِسی طرح ایک لطیفہ مشہور ہے۔کہتے ہیں کہ کوئی سنی بزرگ تھے۔جو شیعوں کے علاقہ میں رہتے تھے۔ایک دفعہ غربت کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کے پاس پہنچ کر مدد کی درخواست کرنی چاہئے۔چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور مدد کی درخواست کی۔وزیر نے اُن کی شکل کو دیکھ کر بادشاہ کو کہا کہ یہ شخص شیعہ نہیں سنی معلوم ہوتا ہے۔بادشاہ نے کہا۔تمہیں کس طرح معلوم ہوتا ہے۔بادشاہ کہنے لگا یہ کوئی دلیل نہیں تم میرے سامنے اس کا امتحان لو۔چنانچہ وزیر نے ان کے سامنے حضرت علیؓ کی بڑے زور سے تعریف شروع کردی وہ بزرگ بھی حضرت علیؓ کی تعریف کرنے لگ گئے۔بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ دیکھا جو کچھ کہتے تھے وہ غلط ثابت ہوا یا نہیں۔اگر یہ شیعہ نہ ہوتا تو کیا حضرت علیؓ کی ایسی ہی تعریف کرتا۔وزیر کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت آپ خواہ کچھ کہیں مجھے یہ سنی ہی معلوم ہوتا ہے۔بادشاہ نے کہا اچھا امتحان کے لئے پھر کوئی اور بات کرو۔چنانچہ وزیر کہنے لگا۔کہو بر ہر سہ لعنت۔یعنی ابوبکرؓ۔عمرؓ اور عثمانؓ پر (نعوذباللہ)لعنت۔وہ بھی کہنے لگا۔بر ہر سہ لعنت۔بادشاہ نے کہا۔اب تو یہ یقینی طور پر شیعہ ثابت ہو گیا ہے۔وہ کہنے لگا۔بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے مگر میرا دل مطمئن نہیں۔آخر وزیر انہیں الگ لے گیا اور کہا۔سچ سچ بتاؤ۔تمہارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے کہا۔میں سنی ہوں۔اُس نے کہا۔پھر تم نے بر ہر سہ لعنت کیوں کہا تھا۔وہ بزرگ کہنے لگیے۔تمہاری اِن الفاظ سے تو یہ مراد تھی۔کہ ابوبکرؓ۔عمرؓ اور عثمانؓ پر لعنت ہو۔آپ لوگوں پر اس لئے کہ آپ بزرگوں پر لعنت کرتے ہیں اور مجھ پر اس لئے کہ مجھے اپنی بدبختی سے تم جیسے لوگوں کے پاس آنا پڑا۔

غرض انسان کئی طریق پر وقت گذار لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اِس طرح اُس نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔مگر فرمایا۔یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔خلفاء انتہائی طور پر دلیر ہونگے اور خوف وہراس اُن کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔وہ جو کچھ کریں گے خدا کی رضاء کے لئے کریں گے۔کسی انسان سے ڈر کر اُن سے کوئی فعل صادر نہیں ہوگا۔

یہ علامت بھی خلفاء راشدین میں بتمام وکمال پائی جاتی ہے۔چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت سارا عرب مرتس ہو گیا۔صرف دو جگہ نماز باجماعت

ہوتی تھی۔باقی تمام مقامات میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور سوائے مکہ اور مدینہ اور ایک چھوٹے سے قصبہ کے تمام ملک نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا تھا کہ خذ من اموالھم صدقۃ (توبہ:رکوع:۱۳)تو اُن کے مالوں سے صدقہ لے۔کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ ہم سے زکوٰۃ وصول کرے۔غرض سارا عرب مرتد ہو گیا اور وہ لڑائی کے لئے چل پڑا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گو اسلام کمزور تھا مگر لوگ متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔کبھی ایک گروہ نے حملہ کردیا اور کبھی دوسرے نے۔جب غزوۂ احزاب کے موقعہ پر کفار کے لشکر نے اجتماعی رنگ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو اس وقت تک اسلام ایک حد تک طاقت پکڑ چکا تھا گو ابھی اتنی زیادہ طاقت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ انہیں آئندہ کے لئے کسی حملہ کا ڈر ہی نہ رہتا۔اس کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے لئے گئے تو اس وقت عرب کے بعض قبائل بھی آپ کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے۔اس طرح خدا تعالیٰ نے تدریجی طور پر دشمنوں میں جوش پیدا کیا تا کہ وہ اتنا زور نہ پکڑ لیں کہ سب ملک پر چھا جائیں۔لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب مرتد ہوع گیا۔صرف مکہ اور مدینہ اور ایک اور چھوٹا سا قصبہ رہ گئے۔باقی سب مقامات کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔اور وہ لشکر لیکر مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔بعض جگہ تو اُن کے پاس ایک ایک لاکھ کا بھی لشکر تھا۔مگر اِدھر صرف دس ہزار کا ایک لشکر تھا اور وہ بھی شام کو جا رہا تھا۔اور یہ وہ لشکر تھا جسےء اپنی وفات کے قریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔اور اسامہؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔باقی جو لوگ تھے وہ یا تو کمزور اور بڈھے تھے اور یا پھر گنتی کے چند نوجوان تھے۔یہ حالات دیکھ کر صحابہؓنے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہؓ کا لشکر بھی روانہ ہو گیا تو مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہو سکے گا۔چنانچہ اکابر صحابہؓ کا ایک وفد جن میں حضرت عمرؓاور حضرت علیؓ بھی شامل تھے اور جو شجاعت اور دلیری میں مشہور تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کیا کہ کچھ عرصہ کیلئے اس لشکر کو روک لیا جائے۔جب بغاوت فرو ہو جائے تو پھیر بیشک اُسے بھجوا دیا جائے۔مگر اب اس کا بجھوانا خطرہ سے خالی نہیں۔مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں اور دشمن کا لشکر ہماری طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا سب سے پہلا یہ

کام کرے کہ جس لشکر کو راوانہ کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اُسے روک لے۔میں اس لشکر کو کسی صورت میں روک نہیں سکتا۔اگر تمام عرب باغی ہو گیا ہے تو بیشک ہو جائے اور اگر مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں تو بے شک نہ رہے۔خدا کی قسم اگر دشمن کی فوج مدینہ میں گھس آئے اور ہمارے سامنے مسلمان عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دو۔میں اکیلا تمام دشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔یہ یعبدونني لا یشرکوني بي شیئا۔کی صداقت کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔

دوسرا سوال زکوٰۃ کا تھا۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ لشکر نہں روک سکتے تو صرف اتنا کر لیجئے کہ ان لوگوں سے عارضی صلح کر لیں اور انہیںکہ دیں کہ ہم اس سال تم سے عارضی صلح کر لیں اور انہیں کہہ دیں کہ ہم اس سال تم سے زکویۃ نہیں لیں گے۔اس دوران میں ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تفرقہ کے مٹنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔موجودہ صورت میں جبکہ وہ جوش سے بھرے ہوئے ہیں اور جبکہ وہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کرنا مناسب نہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ لوگ اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے اور اب نہیں دیں گے تو میں اس وقت تک ان سے جنگ جاری رکھوں گا۔جب تک کہ وہ رسی بھی ان سے وصول نہ کرلوں۔اس پر صحابہؓ نے کہا اگر جیشِ اسامہؓ بھی چلا گیا۔اور اِن لوگوں سے عارضی صلح بھی نہ کی گئی تو پھر دشمن کا کون مقابلہ کرے گا۔مدینہ میں تو بدھے اور کمزور لوگ یا چند نوجوان ہیں وہ بھلا لاکھوں کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔حضرت ابو بکر رجی اللہ عنہ نے جواب دیا۔اے دوستو! اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ابوبکرؓ اکیلا ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکل کھڑا ہو گا۔یہ دعویٰ اس شخص کا ہے جسے فنونِ جنگ سے کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی اور جس کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دل کا کمزور ہے۔پر یہ جرأت۔یہ دلیری یہ یقین اور یہ وثوق آپ میں کہاں سے آیا؟ اِسی وجہ سے آیا کہ آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میں خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوں اور مجھ پر ہی تمام کاموں کی ذمہ داری ہے۔پس میرا فرض ہے کہ میں مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤں کامیابی دینا یا نہ دینا خدا تعالیٰ کے اختیار

میں ہے اگر وہ کامیابی دینا چاہے گا تو آپ دے دے گا۔اور اگر نہیں دینا چاہیگا تو سارے لشکر مل کر بھی کامیاب نہیں کر سکتے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ جرأت دیکھو کہ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں دنیا کی دو زبردست حکومتوں یعنی قیصر وکسریٰ سے بیک وقت جنگ شروع کر دی۔حالانکہ اس زمانہ میں صرف قیصر کا مقابلہ کرنا بھی ایساہی تھا۔جیسے آج کل افغانستان کی حکومت امریکہ یا انگلستان سے لڑائی شروع کر دے۔مگر باوجود اتنی زبردست حکومت کے ساتھ جنگ جاری ہونے کے جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ کسریٰ کی فوجوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں سرگرمی دکھانی شروع کر دی ہے اور اُن کے بہت سے علاقے جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے اُن میں بغاوت اور سرکشی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ فوراً ایران پر حملہ کر دو۔صحابہؓ کہتیء ہیں کہ ایک ہی وقت میں دو زبردست حکومتوں سے کس طرح مقابلہ ہو گا۔مگر آپ فرماتے ہیں۔کچھ پروہ نہیں جاؤ اور مقابلہ کرو۔مسلمان چونکہ اس وقت رومی حکومت سے جنگ کرنے میں مشغول تھے اس لئے ایران پر مسلمانوں کا یہ حملہ اِس قدر دور از قیاس تھا کہ ایران کے بادشاہ کو جب یہ خبریں پہنچیں کہ مسلمان فوجیں بڑھتی چلی آرہی ہیں تو اُس نے اِن خبروں کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہا کہ لوگ خواہ مخواہ جھوٹی افواہیں اڑا رہے ہیں۔مسلمان بھلا ایسی حالت میں جبکہ وہ پہلے ہی ایک خطرناک جنگ میں مبتلا ہیں ایران پر حملہ کرنے کا خیال بھی کر سکتے ہیں۔چنانچہ کچھ عرصہ تک تو ایرانیوں کی شکست کی بڑی وجہ یہی ہوئی کہ دارالخلافہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی فوج نہیں آئی۔اور بادشاہ خیال کرتا رہا کہ لوگ جھوٹی خبریں اُڑا رہے ہیں۔مگر جب کثرت اور تواتر کے ساتھ اسے اس قسم کی خبریں پہنچیں تو اُس نے اپنا ایک جرنیل بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ میرے پاس صحیح حالات کی رپورٹ کرو۔چنانچہ اُسد نے جب رپورٹ کی کہ مسلمان واقعہ میں حملہ کر رہے ہیں اور وہ بہت سے حصوں پر قابض بھی ہو چکے ہیں۔تب اُس نے ان کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔اس سے تم اندازہ لگا لو کہ مسلمانوں کا اس لڑائی میں کودنا بظاہر کتنا خطرناک تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی وہ رومی لشکر کا بھی مقابلہ کر رہے تھے۔مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے مقامِ خلافت پر کھڑا کرنے کے بعد جو قوت بخشی تھی اس کے آگے ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اتنے مسلمان کہاں سے ائیں گے جو ایرانی لشکر کا مقابلہ کر سکیں۔انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اتنا سامان اور اسلحہ کہاں سے آئیگا۔جو

ایرانی فوجوں کے سامان اور اسلحہ کے مقابلہ میں کام آسکے۔انہوں نے ایرانیوں کی سرکشی کی خبر سنتے ہی فوراً اپنے سپاہیوں کو اس آگ میں کود جانے کا حکم دے دیا اور کسریٰ سے بھی جنگ شروع کر دی۔اس کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو وہی عمرؓ جو ابو بکرؓ کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ اتنے بڑے لشکر کا ہم کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں وہ بہت ہیں اور ہم تھوڑے جیشِ اسامہؓ کو روک لیا جائے تا کہ وہ ہماری مدد کر سکے۔اُن میں بھی وہی توکل آگیا۔اور انہوں نے بھی ایک ہی وقت میں قیصر وکسریٰ سے جنگ شروع کر دی اور آخر ان دونوں حکومتوں کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔اِسی جنگ کے نتیجہ میں جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے خزائن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو مالِ غنیمت میں کسریٰ کا ایک رومال بھی آیا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ایک دن انہیں کھانسی اٹھی تو انہوں نے اپنی جیب میں سے کسریٰ شاہِ ایران کا رومال نکال کر اس میں تھوک دیا اور پھر کہا بَخٍ بَخٍ ابوھریرہ۔واہ واہ ابوہریرہ ! تیری بھی کیا شان ہے کہ تو آج کسریٰ شاہِ ایران کے رومال میں تھوک رہا ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا الفاث استعمال کئے ہیں۔انہوں نے کہا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیک زمانہ میں بعض دفعہ مجھے اتنے فاقے ہوتے تھے کہ میں بھوک سے بیتاب ہو کر بے ہوش ہو جاتا اور لوگ یہ سمجھ کر کہ مجھے مرگی کا دورہ ہو گیا ہے میرے سر پر جوتیاں مارا کرتے مگر آج یہ حالت ہے کہ میں شاہی رومال میں تھوک رہا ہوں۔تو یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔کی علامت خدا تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے ذریعہ نہایت واضح رنگ میں پوری فرمائی اور انہوں نے خدا تعالیٰ کیک سوا کبھی کسی کا کوف اپنے دل میں نہیں آنے دیا۔اِسی طرح حضرت عثمانؓ جیسے باحیا اور رقیق القلب، انسان نے اندرونی مخالفت کا مقابلہ جس یقین سے کیا ہے وہ انسانی عقل کو دنگ کر دیتا ہے حالانکہ وہ عام طور پر کمزور سمجھتے جاتے تھے مگر جب اُن کا اپنا زمانہ آیا تو انہوں نے ایسی بہادری اور جرأت سے کام لیا کہانسان اِن واقعات کو پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے۔یہی حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے کسی مخالفت یا خطرے کی انہوں نے پرواہ نہیں کی۔حالانکہ اندرونی خطرے بھی تھے اور بیرونی بھی مگر ان کے مد نظر صرف یہی امر رہا کہ خدا تعالیٰ کی مرضیٰ پوری ہو اور ذرا بھی کسی سے خوف کھا کر اُس منشاء الٰہی میں جو انہوں نے سمجھا تھا فرق نہیں آنے دیا۔

غرض تمام خلفاء کے حالات میں ہمیں یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاکا نہایت اعلیٰ درجہ کا نظارہ نظر آتا ہے جو اس بات کا یقینی او رقطعی ثبوت ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نیء انہیں خود مقامِ خلافت پر کھڑا کیا تھا۔اور وہ آپ اُن کی تائید اور نصرت کا ذمہ وار رہا۔

اَب میں اُن اعتراضات کو لیتا ہوں جو عام طور پر اِس آیت پر کئے جاتے ہیں۔پہلا اعتراض اِس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں امت مسلمہ سے وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد سے اور امت کو خلیفہ بنانے کا وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد کو۔پس اس سے مراد مسلمانوں کو غلبہ اور حکومت کا میسر آجانا ہے نہ کہ بعض افراد کا خلافت پر متمکن ہو جانا۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ وعدہ قوم سے ہے مگر قوم سے کسی وعدہ کیھ کئے جانے کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔بعض وعدیء قوم سے ہوتے ہیں لیکن افراد کے ذریعے پورے کئے جاتے ہیں۔اور کہا یہی جاتا ہے کہ قوم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہو گیا۔اِس کی مثالیں دنیا کی ہر زبان میں ملتی ہیں۔ مثلاً ہماری زبان میں ہی کہا جاتا ہے کہ انگریزی بادشاہ ہیں۔اب کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ ہر انگریزی بادشاہ ہے۔ہر انگریزی نہ بادشاہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔مگر کہا یہی جاتا ہے کہ انگریزی بادشاہ ہیں۔اِسی طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم حاکم ہے۔حالانکہ ساری قوم کہاں حاکم ہوتی ہے چند افراد کے سپرد حکومت کا نظم ونسق ہوتا ہے اور باقی سب اس کے تابع ہوتے ہیں۔اسی طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم بڑی دولت مند ہے مگر اس کے یہ معنے تو نہیں ہوتے کہ اس قوم کا ہر فرد دولتمند ہے۔انگریزوں کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے دولتمند ہیں حالنکہ اُن میں بڑے بڑے غریب بھی ہوتے ہیں۔ہمارے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم نے ایک دفعہ سنایا کہ جب وہ لنڈن میں تھے تو ایک دن جس مکان میں وہ رہتے تھے اس کا کوڑا کرکٹ اٹھا کر خادمہ نے جب باہر پھینکا تو ایک انگریزی لڑکا جھپٹ کر آیا اور اُس نے کوڑے کرکٹ کے انبار میں سے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر کھا لیا۔اِسی طرح برنڈزی میں میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے سر پر برتن رکھ کر پانی لینے جاتی تھیں اور ان کے بچوں نے جو پتلونیں پہنی ہوئی تھیں اُن کا کچھ حصہ کسی کپڑے کا ہوتا تھا اور کچھ حصہ کسی کپڑے کا۔مگر کہا یہی جاتا ہے کہ یوروپین بڑے دولتمند ہیں۔پس قوم سے وعدہ کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔کئی وعدے قوم سے ہی ہوتے ہیں لیکن پورے وہ افراد کے ذریعہ کئے جاتے ہیں۔اس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔واذ قال موسیٰ

لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔(مائدہ:رکوع:۴) یعنی موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اُس نے تم میں اپنے انبیاء مبعوث کئے اور اُس نے تم کو بادشاہ بنایا۔ اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ سب بنی اسرائیل بادشاہ بن گئے تھے۔یقینا ان بنی اسرائیل میں بڑے بڑے غریب بھی ہوں گے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے یہی فرماتے ہیں کہ جعلکم ملوکا۔اُس نے تم سب کو گبادشاہ بنایا۔مراد یہی ہے کہ جب کسی قوم میں سے بادشاہ ہوتو چونکہ وہ قوم ان انعامات اور فوائد سے حصہ باقی ہے جو بادشاہت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے بالفاظ دیگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہو گئے۔پس جب جعلکم ملوکا کی موجودگی کے باوجود اس آیت کے یہ معنے نہیں کئے جاتے کہ ہر یہودی بادشاہ بنا۔تو وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم سے یہ کیونکر نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ وعدہ بعض افراد کے ذریعہ پورا نہیں ہونا چاہئے۔بلکہ امت کے ہر فرد کو خلافت کا انعام ملنا چاہئے۔پھر اگر اس سے قوم،ی غلبہ بھی مراد لے لو تب بھی ہر مومن کو یہ غلبہ کہاں حاصل ہوتا ہے پھر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض افراد کو غلبہ ملتا ہے اور بعض کو نہیں ملتا۔ صحابہؓ میں سے بھی کئی ایسے تھے جو قومی غلبہ کے زمانہ میں بھی غریب ہی رہے اور ان کی مالی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہوئی۔حضرت ابوہریرۃؓ کا ہی لطیفہ ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی آپس میں جنگ ہوئی اور صفین کے مقام پر دونوں لشکروں نے ڈیرے ڈال دیئے تو باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے کیمپوں میں ایک ایک میل کا فاصلہ تھا۔جب نماز کا وقت آتا تو حضرت ابوہریرۃؓ حضرت علیؓ کے کیمپ میں آ جاتے۔اور جب کھانے کا وقت آتا تو حضرت معاویہؓ کے کیمپ میں چلے جاتے۔کسی نے اُن سے کہا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں اُدھر علیؓ کی مجلس میں چلے جاتے ہیں اور اُدھر معاویہؓ کی مجلس میں شریک ہو جاتے ہیں؟ وہ کہنے لگے۔نمازش حضرت علیؓ کے ہاں اچھی ہوتی ہے اور کھانا حضرت معاویہؓ کے ہاں اچھا ملتا ہے۔اِس لئے جب نماز کا وقت ہوتا ہے ادھر آجاتاہوں۔غیر مبایعین کا بھی ایسا ہی حال ہے۔بلکہ اُن کا لطیفہ تو ابوہریرہؓ کے لطیفہ سے بھی بڑھ کر ہے۔میں ایک دفعہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی دوست نے ایک غیر مبائع کے متعلق بتایا کہ وہ کہتے ہیں عقائد تو مولوی محمد علی صاحب کے درست ہیں مگر دعائیں میاں صاحب کی زیادہ قبول ہوتی ہیں۔گویا جیسے ابوہریرۃؓ نے کہا تھا کہ روٹی معاویہؓ کے ہاں اچھی ملتی ہے اور نماز علیؓ کے ہاں اچھی ہوتی ہے اسی طرح اُس نے کہا کہ عقائد تو مولوی محمد علی صاحب کے درست ہیں مگر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔تو قوم میں بادشاہت آجانے کے باوجود پھر بھی کئی لوگ غریب ہی

رہتے ہیں۔مگر کہا یہی جاتا ہے کہ وہ قوم بادشاہ ہے کیونکہ جب کسی قوم میں سے کوئی بادشاہ ہو تو تمام قوم بادشاہت کے فوائد سے حصہ باقی ہے۔اِسی طرح جب کسی قوم میں سے بعض افراد کو خلافت مل جائے تو یہی کہا جائے گا کہ اُس قوم کو وہ انعام ملا ہے۔یہ ضروری نہیں ہو گا کہ ہر فرد کو یہ انعام ملے۔دوسری مثال اِس کی یہ آیت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراء ہ (بقرۃ:رکوع:۱۱) کہ جب یہود سے یہ کہاجاتا اہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ اترا ہے اُس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں نؤمن بما انزل علیناکہتے ہیں۔اِسی طرح بعض افراد پر جو اس قسم کا انعام نازل ہو جس سے ساری قوم کی عزت ہوتی ہے اس وجہ سے جعلکم ملوکا فرمایا۔اور چونکہ خلافت سے سب قوم نے نفع اٹھانا تھا اس لئے خلافت کے بارہ میں بھی یہی کہا کہ تم کو خلیفہ بنایا جائیگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فعل نے اس امر پر شہادت دے دی ہے کہ اُس کی اِس آیت سے کیا مراد ہے۔خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم کہ وہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کو زمین میں اُسی طرح خلیفہ بنائیگا جس طرح اُس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا اب اگر اللہ تعالیٰ کی اِس سے جمہوریت مراد تھی تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ جمہوریت قائم ہوئی یا نہیں۔اور اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشاء تھا کہ بعض افرادِ امت کو خلافت ملے گی اور اُن کی وجہ سے تمام قوم برکات خلافت کی مستحق قرار پا جائے گی تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا اس رنگ میں مسلمانوں میں خلافت قائم ہوئی یا نہیں؟ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد امت کو ہی خلافت ملی تھی۔سب کو خلافت نہیں ملی۔پس یا تو ی مانو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت کے مصداق نہیں رہے تھے۔اور جس طرح شیعہ کہتے ہیں کہ امت میں صرف اڑہائی مومن تھے۔اِسی طرح نعوذ باللہ سب منافق ہی منافق رہ گئے تھے اس لئے خلافتِ قومی کا وعدہ اُن سے پورا نہ ہوا۔اور یا یہ مانو کہ خلافت کا طریق وہی تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً جاری ہوا۔بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں جس رنگ میں خلافت قائم کی وہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے۔اور خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت بتارہی ہے کہ قوم سے اس وعدہ کو بعض افراد کے ذریعہ ہی پورا کیا جائیگا۔

دوسرا اعتراض اِس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ بہت اچھا ہم نے مان لیا کہ اس آیت میں افراد کی خلافت کا ذکر ہے مگر تم خود تسلیم کرتے ہو کہ پہلوں میں خلافت یا نبوت کے ذریعہ سے ہوئی یا ملوک کے ذریعہ سے مگر خلفائِ اربعہ کو نہ تم بنی مانتے ہو۔نہ ملوک۔پھر یہ وعدہ کس طرح پورا ہوا۔اور وہ اس آیت کے کس طرح مصداق ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ پہلوں کو خلافت یا نبوت کی شکل میں ملی یا ملوکیت کی صورت میں۔ مگر مشابہت کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ ہر رنگ میں مشابہت ہو بلکہ صرف اصولی رنگ میں مشابہت دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً کسی لمبے آدمی کا ہم ذکر کریں اور پھر کسی دوسرے کے متعلق کہیں کہ وہ بھی ویسا ہی لمبا ہے تو اب کوئی شخص ایسا نہیں ہو گا جو یہ کہے کہ جب تم نے دفونوں کو لمبا قرار دیا ہے۔تو یہ مشابہت کس طرح درست ہوئی ان میں سے ایک چور ہے اور دوسرا نمازی۔یا ایک عالم ہے اور دوسرا جاہل۔بلکہ صرف لمبائی میں مشابہت دیکھی جائیگی ہر بات اور ہر صرورت میں مشابہت نہیں دیکھی جائیگی۔اِس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا(مزمل: رکوع:۱)کہ ہم نے تمہاری طرف اپنا ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اور وہ ویسا ہی رسول ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی آپس میں مشابہت بیان کی ہے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ اسلالم فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک بادشاہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ ساری دنیا کے بادشاہوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ اسلام بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا زمانہ صرف انیس سو سال تک تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زمانہ قیامت تک کیلئے ہے۔یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اہم فرق ہیں۔مگر باوجود ان اختلافات کے مسلمان یہی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں۔پس اگر اس قسم کے اختلافات کے باوجود آپ کی مشابہت میں فرق نہیں آتا تو اگر پہلوں کی خلافت سے بعض جزوی امور میں خلفائے اسلام مختلف ہوں تو اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے؟اصل بات جو اس آیت میں بتائی گئی تھی وہ یہ تھی کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو سنبھالنے کے لئے اُن کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی خاکص حکمت نے بعض وجودوں کو اُن کی امت کی خدمت کے لئے چن لیا تھا اِسی طرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بعض ایسے وجود کھڑے کریگا جو آپ کی امت کو سنبھال لیں گے اور یہ مقصد بہ نسبت سابق خلفاء کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے زیادہ پورا کیا ہے۔پھر جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا اور اس طرح اُس تابع نبوت کا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب حال امتی نبوت سے دروازہ کھول دیا۔اور آپ کے ذریعہ اُس نے پھر اپ کے ماننے والوں میں خلافت کو بھی زندہ کر دیا۔چنانچہ یہ سلسلۂ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد شروع ہوا اور خلافتِ ثانیہ تک ممتد رہا۔اور اگر جماعت احمدیہ میں ایمان بالخلافت قائم رہا اور وہ اس کو قائم رکھنے لئے صحیح رنگ میں جدوجہد کرتی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ وعدہ لمبا ہوتا چلا جائیگا۔مگر جماعت احمدیہ کو ایک اشارہ جو اس آیت میں کیا گیا ہے کبھی نہیں بھولنا چاہئے اور وہ اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ بناتا اُسی طرح تمہیں خلیفہ بنائیں گے۔یعنی خلافت کو ممتد کرنے کے لئے پہلوں کے طریق انتخاب کو مدنظر رکھو۔اور پہلی قوموں میں سے یہودیوں کے علاوہ ایک عیسائی قوم بھی تھی جس میں خلافت بادشاہت کے ذریعہ سے نہیں آئی بلکہ اُن کے اندر خالص دینی خلافت تھی۔پس کما استخلف الذین من قبلھم میں پہلوں کے طریق انتخاب کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی اِسکی تصدیق کرتا ہے۔آپ کا الہام ہے ”کلیسایائی کی طاقت کا نسخہ“(تذکرہ ،صفحہ۷۰۶، پرانا ایڈیشن)یعنی کلیسیا کی طاقت کی ایک خاص وجہ ہے اس کو یاد رکھو۔گویا قرآن کریم نے کما استخلف الذین من قبلھم کے الفاظ میں جس نسخہ کا ذکر کر دیا تھا۔الہام میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں اسی طرح یا اس کے قریب قریب تم بھی اپنے لئے خلافت کے انتخاب کا طریقہ ایجاد کرو۔چنانچہ اس طریق سے قریباً انیس سو سال سے عیسائیوں کی خلافت محفوظ چلی آتی ہے۔عیسائیت کے خراب ہونے کی وجہ سے بیھ شک انہیں وہ نور حاصل نہیں ہوتا جو پہلے زمانوں میں حاصل ہوا کرتا تھا مگر جماعت احمدیہ اسلامی تعلیم کے مطابق اس قانون کو ڈھال کر اپنی خلافت کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک کے لئے محفوظ کر سکتی ہے۔چنانچہ اِسی کے مطابق میں نے آئندہ انتخاب خلافت کے متعلق ایک قانون بنا دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت احمدیہ ایمان بالخلافت پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لئے صحیح جدوجہد کرتی رہی توخدا تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک یہ سلسلہ خلافت قائم رہے گا اور کوئی شیطان اِس میں رخنہ اندازی نہیں کر سکے گا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر خلافت کا مسلمانوں سے وعدہ تھا تو حضرت علیؓ کے بعد خلافت کیوں بند ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ شرطی تھا۔ آیت کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہ وعدہ ان لوگوں کیلئے تھا جو خلافت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور حصولِ خلافت کیلئے جو مناسب قومی اعمال ہونگے وہ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ یہاں امنوا وعملوا الصلحت کے الفاظ ہیں اور صَلُحَ کے معنے عربی زبان میں ایسے کام کے ہوتے ہیں جو مناسبِ حال ہو۔ چونکہ اس آیت میں خلافت کا ذکر ہے اس لئے اٰمنوا سے مراد اٰمنوا بالخلافۃ ہے اور عملوا الصلحت سے مراد عملوا عملا مناسبا لحصول الخلافۃ ہے۔ اگر یہ شرط پوری نہ ہو گی تو خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا نہیں ہو گا حضرت علیؓ کے بعد صرف لفظ خلافت باقی رہ گیا تھا لیکن عملا بادشاہت قائم ہو گئی اور خلافت کے لئے جو شرط ہیے کہ تبلیغ دین اور تبلیغ اسلام کرے وہ مٹ گئی تھی پس شرط کے ضائع ہونے سے مشروط بھی ضائع ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ٹل گیا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب خلیفہ انتخاب سے ہوتا ہے تو پھر امت کیلئے اُس کا عزل بھی جائز ہوا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ گو خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن یہ آیت نص صریح کے طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو اپنے فیصلہ کا اس امر میں ذریعہ بناتا ہے۔ اور اُس کے دماغ کو خاص طور پر روشنی بخشتا ہے لیکن مقرر اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے لیستخلفنھم کہ وہ خود اُن کو کلیفہ بنائے گا پس گو خلفاء کا انتخاب مومنوں کیک ذریعہ سے ہوتا ہے لین اللہ تعالیٰ کا الہام لوگوں کے دلوں کو اصل حقدار کی طرف متوجہ کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ ایسے خلفاء میں میں فلاں فلاں خصوصیات پیدا کر دیتا ہوں اور یہ خلفاء ایک انعامِ الٰہی ہوتے ہیں۔ پس اِس صورت میں اس اعتراض کی تفصیل یہ ہوئی کہ کیا امت کو حق حاصل نہیں کہ وہ اُس شخص کو جو کامل موجد ہے جس کے دین کو اللہ تعالیٰ نے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے خدا نے تمام خطرات کو دور کرنیکا وعدہ کیا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اسلام کو محفوظ کرناچاہتا ہے معزول کر دے؟ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو امتِ اسلامیہ معزول نہیں کر سکتی ایسے شخص کو تو شیطان کے چیلے ہی معزول کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جگہ وعدہ کا لفظ ہے اور وعدہ احسان پر دلالت کرتا ہے پس اِس اعتراض کے معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ اس انعام کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے امت کے ہاتھ میں رکھا ہے اُسے کیوں حق نہیں کہ وہ اِس انعام کو رد کر دے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ استنباط بدترین استنباط ہے جو انعام

منہ مانگے ملے اُس کا رد کرنا تو انسان کو اور بھی مجرم بنا دیتا ہے اور اُس پر شدید حجت قائم کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ تو فرمائیگا کہ اے لوگو! میں نے تمہاری مرضی پر چھوڑا اور کہا کہ میرے انعام کو کس صورت میں لینا چاہتے ہو۔تم نے کہا ہم اس انعام کو فلاں شخص کی صورت میں لینا چاہتے ہیں اور میں نے اپنے فضل اُس شخص کے ساتھ وابستہ کر دیئے۔ جب میں نے تمہاری بات مان لی تو اب تم کہتے ہو کہ ہم اس انعام پر راضی نہیں اب اس نعمت کے رد کرنے پر میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ لئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم:رکوع:۱۱) اِسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ من کفر بعد ذلک فاولٓئک ھم الفٰسقون یعنی انتخاب کے وقت تو ہم نے امت کو اختیار دیا ہے مگر چونکہ اس انتخاب میں ہم امت کی رہبری کرتے ہیں اور چونکہ ہم اُس شخص کو اپنا بنا لیتے ہیں اس لئے اس کے بعد امت کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔اور جو شخص پھر بھی اختیار چلانا چاہتے تو یاد رکھے کہ وہ خلیفہ کا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ ہمارے انعام کی بے قدری کرتا ہے۔پس اگر انتخاب کے وقت وہ اٰمنوا وعملواالصلحت میں شامل تھا تو اب اس اقدام کی وجہ سے ہماری درگاہ میں اس کا نام اٰمنوا وعملوا الصلحت کی فہرست سے کاٹا جائیگا اور فاسقوں کی فہرست میں لکھا جائیگا۔

پھر فرماتا ہے۔واقیموا الصلوٰۃ واتواالزکوٰۃ وطیعوا الرسول لعلکم ترحمون۔اِس آیت میں ومن کفر بعد ذلک فاولٓئک ھم الفٰسقون کے معاً بعد نماز اور زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول کا ذکر کر کے اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر کسی وقت برکاتِ خلافت کیک نزول میں کمی آ جائے تو مسلمانوں کو بحیثیت قوم نمازوں میں لگ جانا چاہئے اور زکوٰۃ دینے میں چست ہو جانا چاہئے۔اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اختیار کرنی چاہئے۔اگر وہ ایسا کرینگے تو اُن پر رحم کیا جائیگا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا نائب کھڑا کر دیا جائے گا جو سب مسلمانوں‌کو اکٹھا کر دے گا۔مگر بہرحال منکرینِ خلافت کبھی زمین پر غالب نہیں آئیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ کھڑے کرتا رہیگا جو خلافت پر ایمان رکھتے ہوں۔خواہ جزوی ہی ہو۔چنانچہ خوارج جو منکرینِ خلافت ہیں کبھی بھی دنیا پر حاکم نہیں ہوئے۔ بلکہ سنی جو منہ سے خلافت کے قائل ہیں لیکن حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے خلافت کو قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی وہی ہمیشہ غالب رہے ہیں‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد ششم، تفسیر آیت استخلاف، صفحات:365تا393)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

''اس آیت کو آیت استخلاف کہاجاتاہے جس میں یہ بات ظاہر فرمائی گئی ہے کہ جس طرح خدانے پہلے انبیاء کے بعد خلافت کاسلسلہ جاری فرمایاتھااسی طرح آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم کے بعدبھی جاری فرمائے گااوروہ خلافت نبی کے نورکولے کرآگے بڑھے گی۔اورہر دفعہ جب کوئی خلیفہ گزرے گاتوجماعت کوایک خوف کاسامناکرناپڑے گاجواللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلافت کی برکت سے امن میں بدل جائے گا۔پس سچی خلافت کی نشانی یہ ہے کہ وہ مومنوں کی جماعت کوبدامنی سے امن کی طرف لے کرآئے گی۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے الوصیت میں یہی فرمایاہے کہ ایک نبی یاخلیفہ کے گزرنے کے بعدوقتی طورپریہی محسوس ہوتاہے کہ اب دشمن اس نورکوبجھادے گا۔لیکن آیت استخلاف میں قطعی وعدہ ہے کہ دشمن ہردفعہ ناکام رہے گا۔نبوت کی آمدکامقصددنیامیں توحید کاقیام ہے۔چنانچہ خلافت حقہ کی بھی یہی نشانی رکھی ہے کہ اس کاآخری مقصدتوحیدکاقیام ہوگا''۔

(ترجمۃ القرآن ازحضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ،زیرآیت نور56صفحہ 606:)

حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، آیت استخلاف کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:۔

''یعنی خلافت قائم رکھنے کاوعدہ ان لوگوں سے ہے جومضبوط ایمان والے اورنیک اعمال کررہے ہوں۔جب ایسے معیارمومن قائم کررہے ہوں گے توپھراللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق خلافت کانظام جاری رکھے گا۔نبی کی وفات کے بعدخلیفہ اورہرخلیفہ کی وفات کے بعد آئندہ خلیفہ کے ذریعہ سے یہ خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی ۔اوریہی ہم گزشتہ 100سال سے دیکھتے آرہے ہیں۔لیکن شرط یہ ہے کہ ایک خداکی عبادت کرنے والے ہوں اوردنیاکے لہوولعب ان کومتاثرکرکے شرک میں مبتلانہ کررہے ہوں۔اگرانہوں نے ناشکری کی،عبادتوں سے غافل ہوگئے،دنیاداری ان کی نظرمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے زیادہ محبوب ہوگئی توپھراس نافرمانی کی وجہ سے وہ انعام سے محروم ہوجائیں گے۔پس فکرکرنی چاہئے توان لوگوں کوجوخلافت کے انعام کی اہمیت نہیں سمجھتے۔یہ خلیفہ نہیں ہے جوخلافت کے مقام سے گرایاجائے گابلکہ یہ وہ لوگ ہیں جوخلافت کے مقام کونہ سمجھنے کی وجہ سے فاسقوں میں شمارہوں گے۔تباہ وہ لوگ ہوں گے جو خلیفہ یاخلافت کے مقام کونہیں سمجھتے۔ہنسی ٹھٹھاکرنے والے ہیں۔پس یہ وارننگ ہے،تنبیہ ہے ان کوجواپنے

آپ کو مسلمان کہتے ہیں یا یہ وارننگ ہے ان کمزور احمدیوں کو جو خلافت کے قیام واستحکام کے حق میں دعائیں کرنے کی بجائے اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہاں سے کوئی اعتراض تلاش کیا جائے"۔

(خطبات مسرور جلد سوم، صفحہ 310، خطبہ جمعہ 27 مئی 2005ئ)